ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

بچوں کا اسلام

1130

اتوار
۷ شوّال المکرّم ۱۴۴۵ھ
مطابق ۱۴- اپریل ۲۰۲۴ء

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

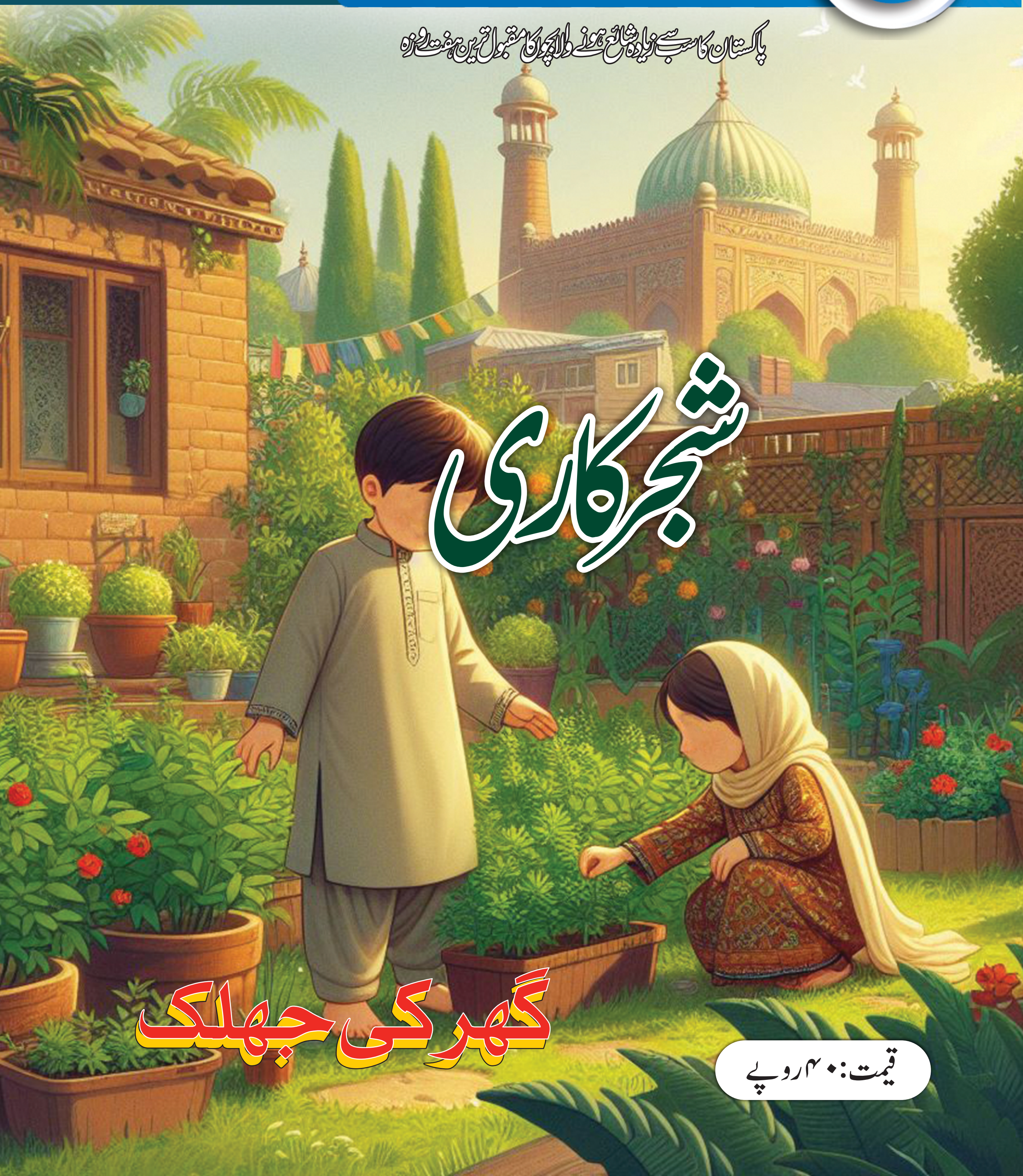

شجرکاری

گھر کی جھلک

قیمت: ۴۰ روپے

زیادہ عزت والا

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔

(سورۂ حجرات: آیت ۱۳)

مومن کی عزت وشرافت

حضرت سہل بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جبرئیل امین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے: ''اے محمد! جتنا چاہو دنیا میں بسر کرلو بالآخر دنیا سے کوچ کرنا ہے جو چاہو عمل کرو ہر حال میں اس کا بدلہ پاؤ گے اور جس چیز سے چاہو محبت کرو مگر بالآخر اسے چھوڑ جانا ہے۔ جان لو کہ ایک مومن کی عزت وشرافت راتوں کو اللہ کے سامنے جاگنے میں اور لوگوں سے استغناء میں ہے۔''

(الترغیب والترہیب)

کتابِ دل دستک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پچھے سال کچھ ہفتے اوپر ہوتے ہیں کہ ایک دن ہم نے بچوں کا اسلام کے پرانے مسودات چھانٹنے پرکھنے کا ارادہ کیا اور وہ بوسیدہ صندوق کھول لیے جن میں نجانے کب سے اپنی رونمائی کی منتظر اَدھ موئی سی تحریریں کسی مدفون خزانے کی طرح دُبکی پڑی تھیں۔

یہ صندوق (فائل ڈبے) ہمیں جھنگ سے بانی مدیر کی وراثت میں ملے تھے۔

اِن سال خوردہ تحریروں کی مِٹی مِٹی سی لکھائی مَٹی کا نقاب اوڑھ کر اب کچھ ایسی مٹیالی ہو چلی تھی کہ اسے پڑھنا کارِدشوار تھا۔

قبل اِس کے کہ تنگ آکر ہم اُن سبھی کو سمیٹ ردی کی ٹوکری کا لقمہ بنا دیتے اور ہاتھ جھاڑ کر آنے والی نئی نویلی تحریروں کا گھونگھٹ اٹھاتے، اچانک تحریروں کے اِس قبرستان میں ایک تحریر زندہ ہو کر جھکنے لگی۔

ہم چونک گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اِن ڈھیر ساری کہنہ پوش تحریروں کے درمیاں وہ ایک تحریر تھی، جس کے سرِورق ایک لفظ ''لاڈلی'' بڑے دلکش انداز میں اپنی چھب دکھا رہا تھا۔

نظر نظر سے وہ کلیاں کھلا کھلا بھی گیا
وہ رِفعتوں پہ رہا اپنی چھب دِکھا بھی گیا

ایک تو عنوان لاڈلی، دوسرے لکھائی ایسی من موہنی جیسے صفحے پر حروف نہیں گل بوٹے کھلائے گئے ہوں، سو ہم نے بڑھ کر بڑے لاڈ سے لاڈلی کو گود میں اٹھایا اور پڑھنا شروع کر دیا۔

یہ جناب حافظ عبدالرزاق خان کی اپنی اور اپنی مسجد کی سچی روداد تھی جو ختم نبوت کے موضوع پر کافی دلچسپ پیرائے میں لکھی گئی تھی۔

بس جی، ہم نے 'لاڈلی' کے لاڈ اٹھائے اور اسے ردی کی ٹوکری سے بچاتے ہوئے بچوں کا اسلام کی زینت بنا لیا۔

لاڈلی سرورق پر بڑے طمطراق سے شائع ہوئی تو حافظ صاحب کا خوشی سے معمور فون آگیا۔

بے حد حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ تحریر تو چار پانچ سال قبل ''ختم نبوت نمبر'' کے لیے بھیجی تھی، تب تو شائع نہ ہوئی جب ہمیں بے پناہ انتظار تھا اور آج جب ہماری لاڈلی وہم وگمان میں بھی کہیں نہ تھی، اسے اچانک شائع کر کے آپ نے ہمیں بڑا سرپرائز دے دیا۔

ہمیں بھی حیرت ہوئی کہ کسی تحریر کے چھپنے کے لیے جو وقت طے ہوتا ہے، پھر مصنف یا مدیر لاکھ چاہے، اسے اپنے وقت سے پہلے شائع نہیں کر سکتا۔

خیر لاڈلی کی اصل کرامت تو ابھی باقی تھی۔ اُس وقت ہمیں علم تھا نہ خود کہانی کار کو کہ یہ تحریر ایک مشکبار سلسلے کی تمہید بننے والی ہے۔

سو کچھ ہی عرصہ گزرا کہ حافظ صاحب کی طرف سے ایک بھاری بھرکم لفافہ ہمیں ملا۔

جی نہیں؛ آپ غلط سمجھے، لفافے میں مدیر کے لیے بھاری بھرکم نذرانہ نہیں بلکہ بچوں کا اسلام کے لیے دو چار نہیں، دس بیس بھی نہیں، پوری چالیس دلکش تحریریں ختم نبوت کے عنوان پر موجود تھیں۔

اور پھر وہ خوبصورت سلسلہ بچوں کا اسلام میں شروع ہوا جو مسلسل تین سال تک جاری رہا اور قارئین کی بے پناہ پسندیدگی کی سند پاتا ہوا آج ایک پیاری اور بابرکت کتاب کی صورت میں ہمارے ہاتھ میں ہے۔

ختم نبوت کی البیلی خوشبو سے مہکتی چالیس کہانیوں کے بعد بھی حافظ صاحب وقتاً فوقتاً وہ کہانیاں لکھتے رہے، جن میں ختم نبوت کا ذکر کسی نہ کسی پیرائے میں ضرور ہوتا۔ یوں اس کتاب میں آپ کو ختم نبوت کے چالیس سے بھی زیادہ پھول مہکتے نظر آئیں گے۔

☆☆

سو کچھ ہی عرصہ گزرا کہ حافظ صاحب کی طرف سے ایک بھاری بھرکم لفافہ ہمیں ملا۔ جی نہیں؛ آپ غلط سمجھے، لفافے میں مدیر کے لیے بھاری بھرکم نذرانہ نہیں بلکہ بچوں کا اسلام کے لیے دو چار نہیں، دس بیس بھی نہیں، پوری چالیس دلکش تحریریں ختم نبوت کے عنوان پر موجود تھیں۔

حافظ عبدالرزاق خان محتاجِ تعارف نہیں۔ بچوں کا اسلام کے قارئین اُن کے نام اور کام سے بخوبی واقف ہیں۔

دسویں کے بعد حفظ کا شوق چرایا تو چھوٹے بچوں کے ساتھ بیٹھنے سے نہ شرمائے اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے دل کو روشن کر کے اٹھے۔

توفیقِ الٰہی مزید مہربان ہوئی تو علم دین کے حصول کے لیے بھی کمربستہ ہو گئے اور پھر دستارِ فضیلت سر پر سجا کر ہی بزم سے اٹھے۔

علم دین کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم میں بھی کامیابی کے جھنڈے مسلسل گاڑے اور ایسے کہ اب ایک دو نہیں تین تین ایم اے کر چکے ہیں اور ان دنوں کالج میں پڑھاتے ہیں۔

آپ لکھاری تو باکمال ہیں ہی ذود نویس بھی ہیں۔ ہمارا تو خیال ہے کہ حضرت اشتیاق احمد اور بندۂ ناچیز کے بعد شاید آپ سے زیادہ بچوں کا اسلام میں کوئی اور لکھاری نہیں چھپا۔ آپ صاحبِ اُسلوب ادیب ہیں۔ دلکش اشعار سے مزین آپ کا طرزِ نگارش اپنے مخصوص شگفتہ اُسلوب کی وجہ سے آپ کی ایسی پہچان بن گیا ہے کہ کبھی کسی وجہ سے فرضی نام کا نقاب اوڑھ کر بھی آپ کوئی تحریر لکھیں تو بچوں کا اسلام کے قاری آپ کو فوراً پہچان جاتے ہیں۔

اتنی ساری گوناگوں صلاحیتوں اور اوصاف کے باوجود آپ کا خمیر عجز و انکسار میں گندھا ہے۔ ایک بہت پیاری سی شرماہٹ آپ کے انداز و اطوار اور گفتگو سے عیاں ہوتی ہے، خصوصاً جب آپ کی تحریر بابت کوئی تعریف کرے تو آپ کو ہر لکھاری کی طرح خوشی تو ہوتی ہی ہے لیکن شرم سے گال گلابی بھی ہو جاتے ہیں۔

سخن کے آئینوں میں دیکھ دیکھ اپنے نقوش
جھجک جھجک بھی گیا اور جھومتا بھی گیا

آپ کی ایک کتاب ''بلیک فائٹر'' شائع ہو چکی، کھیلوں پر لکھی گئی کہانیوں کا ایک مجموعہ بھی اشاعت کے لیے بالکل تیار ہے لیکن یہ تمام تعلیمی و تصنیفی کارنامے اپنی جگہ، ہمارے ہاتھ میں موجود یہ کتاب ''کراماتی چھتری'' کچھ حوالوں سے اُن سب سے خاص اور سب سے اونچے سنگھاسن پر براجمان ہے۔

ایک وجہ تو بلاشبہ یہی ہے کہ یہ دینِ اسلام کے اُس بنیادی عقیدے پر لکھی گئی تحریروں کا مجموعہ ہے، جو پچھلے آسمانی مذاہب کے مقابلے میں دین اسلام کا طرہ امتیاز ہے۔ گویا یہ عقیدۂ توحید یعنی لا الہ الا اللہ کے بعد اسلام کے دوسرے بنیادی عقیدے محمد الرسول اللہ ہی کی تفسیر ہے۔ اِس لیے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوت کے صدقے ہی اس کتاب کی شان نرالی ہے، مگر بات ایک دوسری بھی ہے، وہ یہ کہ بنامِ دین کوئی کام بارگاہِ خداوندی میں قبول ہی نہ ہو تو بڑے سے بڑا کام بھی بیکار ثابت ہوتا ہے۔

سو خوش نصیب حافظ صاحب کے کہ آپ کی اِن تحریروں کو عوام میں مقبولیت بعد میں ملی، خواص میں قبولیت پہلے۔

اِن تین برسوں میں اگر ایک طرف ان تحریروں کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہا تو ساتھ ساتھ مبشرات کا ایک مبارک سلسلہ بھی قلوب کو مسرور کرتا رہا۔ خیر تھوڑا لکھے کو بہت جانیں، آپ بس یہ نیت کریں کہ خود بھی اس کتاب کو پڑھ کر اپنے دل میں حبِ رسول کی جوت کو جگائیں گے، کارِ ختمِ نبوت کے لیے اپنا تن من دھن لگائیں گے، بلکہ اس پیاری کتاب کو زیادہ سے زیادہ قارئین میسر آ جائیں، اس کی کوشش کریں گے۔

بندۂ ناچیز اپنی اوقات اور حیثیت سے بخوبی واقف ہے، لیکن بڑوں کی طرف سے خصوصی حکم ہوا ہے تو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے یہ چند سطریں لکھ دی ہیں۔ دعا ہے

کہ اللہ رب العزت اس کتاب اور کتاب کے مصنف کے ساتھ ساتھ اپنے اِس گناہ گار بندے کو بھی اپنے پیارے رسول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے صدقے دنیا آخرت میں سرخ رو فرمادے۔ اپنے دین کے لیے راضی ہو کر ہم سے، ہماری نسلوں سے اپنے دین کا کام لے لے اور اس کتاب کے خالص پن میں بندہ ناچیز کی نفسانیت کی وجہ سے جو کچھ بھی ملاوٹ ہو گئی ہے، اسے معاف کرتے ہوئے اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے، آمین ثم آمین!

چلتے چلتے حافظ بھائی کو دل کی گہرائیوں سے بے حد مبارک باد کہ اللہ رب العزت نے ان کے قلم کو ختم نبوت کے مبارک کام کے لیے اس طور قبول فرمایا ہے کہ وہ بہتوں کے لیے قابل رشک ہو گئے ہیں۔

بلبل کو مبارک ہو ہوائے گل و گلشن
پروانے کو سوز دل پروانہ مبارک

کتاب حاصل کرنے کے لیے اس نمبر (03424198208) پر اپنا مکمل پتا واٹس ایپ کیجیے۔

والسلام
محمد فیصل شہزاد

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

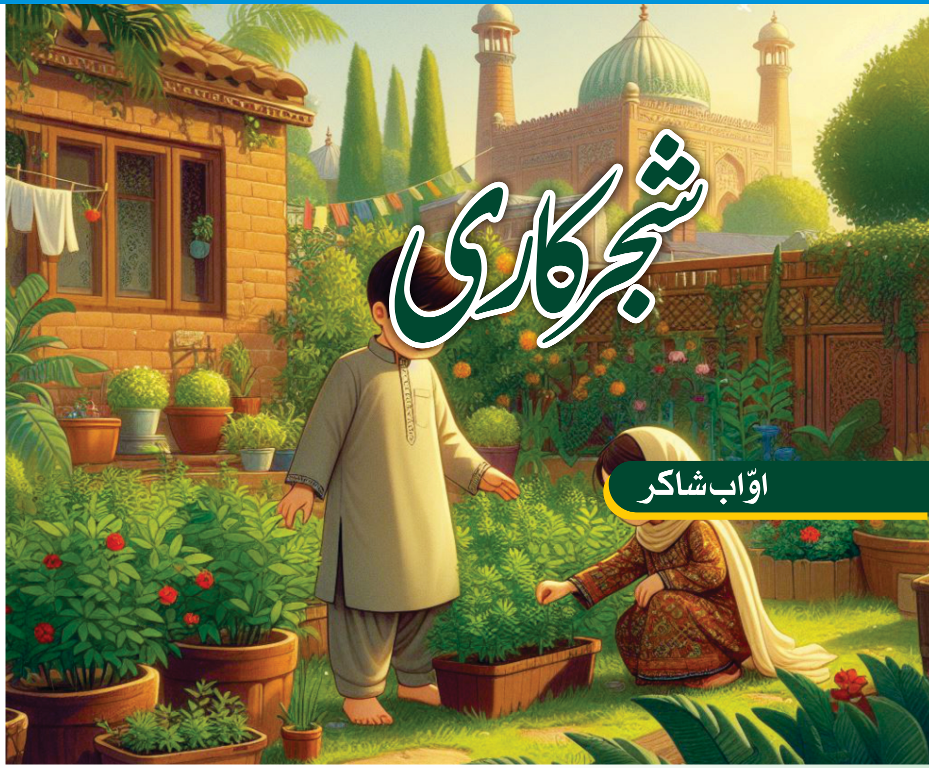

شجرکاری

اوّاب شاکر

''اوہو! میں اصل بات تو بتانا بھول ہی گیا۔''

''وہ کیا؟''

سب چونک اٹھے۔ سب کی نظریں خود بخود میری طرف مڑ گئیں۔

کیاری سے جھک کر چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں اکھیڑتے منو میاں بھی اب کمر سیدھی کیے میری جانب متوجہ ہوگئے۔ دائیں ہاتھ میں کُھرپا لیے ہانیہ بی بی پسینے میں ڈوبے چہرے سے بائیں ہاتھ سے پسینہ پونچھتے بے تابی سے یہاں دیکھنے لگیں اور تو اور بابا کی گودی میں مزے سے بیٹھے ساری کارروائی دیکھتے اپنے یہ چنو میاں بھی اپنی بڑی بڑی آنکھیں مجھ پر ٹکائے ہوئے تھے۔

آج اتوار کا دن تھا۔ چھٹی کا دن۔ خیر ہمیں چھٹی سے کیا لینا دینا مگر من میں اچانک آیا کہ کیوں نہ آج اونچی اڑان بھری جائے اور کہیں دور نکلا جائے۔ بس خیال کا آنا تھا کہ جھٹ سے اٹھ بیٹھے۔ سستی کی چادر تہہ کر کے کنارے رکھی اور جھٹ سے بستر سے نیچے اتر آئے۔ شوق نے جلدی ایسی مچائی کہ نہ کپڑے تبدیل کرنے کا خیال، نہ منہ ہاتھ دھونے اور بال بنانے کا اہتمام، بقیہ چیزوں کا درجہ تو پھر بعد کا ہی تھا، آؤ دیکھا نہ تاؤ خیال کے گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوگئے۔

اور وہ تو ہم سے زیادہ تیار نکلا، ایڑھ کیا ہم نے لگائی وہ لمحہ بھر میں ہوا سے باتیں کرتا اونچی فضاؤں میں غوطہ زن ہوگیا۔ دل سے پوچھا کہ بھیا! کہاں کے ارادے ہیں؟ بولے:

''بس میاں! دیکھتے جاؤ۔ بس جہاں شوق کے سینگ سما جائیں، وہیں جا پہنچو!''

لو جی! نہ کہنے کی ضرورت نہ کچھ پوچھنے پاچھنے کی زحمت، آن کی آن میں لاہور آ پہنچے۔ اب جو نیچے کا منظر ملاحظہ کیا تو ارے یہ تو کوئی جانی پہچانی بستی لگتی ہے اور پھر فوراً ہی یاد آ گیا۔ واہ بھئی! کمال ہی ہوگیا۔ ہم تو خیر سے بچہ پارٹی کے محلے میں آ دھمکے۔ خیر فوراً زمین پر لینڈ کیا اور تیزی سے گھر کا بڑا دروازہ، اگلا صحن اور برآمدہ عبور کرتے سیدھے نینا خالہ کے کمرے میں آ پہنچے۔

وہ بھی حیران اور خوش۔ شاید کوئی خاص سوغات تیار کرنے باورچی خانے کا رخ کرنے کو ہی تھیں۔

''خالہ! بچے کہاں ہیں؟''

واقعی بات بھی اچھنبے کی تھی کہ نہ کچھ شور وغل کی آواز، نہ دھینگا مشتی کی آہ وفغاں، نہ چوں چوں، نہ ککڑوں کوں۔

''ہاں...... بچے......!'' نینا خالہ کو جیسے کچھ یاد آیا۔

''پچھلے صحن میں سب جمع ہیں، اپنے بابا کے ساتھ۔''

''صحن میں ہیں سب؟ کیوں خیر تو ہے؟''

پچھلا صحن تو ویسے بھی خودرو جھاڑیوں اور اونچی گھاس سے بھرا ہوا تھا، وہاں تو بچے ڈھنگ سے چل پھر بھی نہ سکتے تھے، کھیلنا تو دور کی بات۔ کھیل کود کے لیے اگلے صحن ہی کو تکلیف دی جاتی تھی۔

''دراصل اُن کے اسکولوں میں آج کل شجرکاری کی مہم زوروں پر ہے۔ کل اُن کی مس نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ چھٹی کے دن تمام بچے اپنے گھر پر یا آس پاس کم از کم ایک پودا لگانے کا اہتمام ضرور کریں گے۔ بس وہی جوش ہے کہ صبح سویرے ناشتہ کرتے ہی اپنے بابا کو ساتھ لیے کھرپا بیلچہ تھامے اور کچھ بیج لیے صحن میں جا پہنچے ہیں اور اب تک وہیں ہیں۔''

''اور چنو میاں؟''

میرا خیال تو یہ تھا کہ یہیں کہیں کاٹ میں لیٹا، مزے سے خوابوں کی دنیا کی سیر کر رہا ہوگا مگر کہاں جی؟ بڑے میاں تو بڑے میاں، چھوٹے میاں سبحان اللہ! وہ اس کارِ خیر سے محروم کیسے رہ سکتے تھے لہٰذا نگرانی کا فریضہ انجام دینے کو وہ بھی وہاں موجود تھے۔

یہ سننا تھا کہ ہم نے فوراً اسی جانب گیئر لگا دیا:

''ارے ارے پانی تو پی لو۔''

نینا خالہ آوازیں دیتی رہ گئیں اور ہم اگلے ہی منٹ بچہ پارٹی کے روبرو آ کھڑے ہوئے۔ ''ارے ماموں جان! آپ......؟''

سب سے پہلے نظر مستبشرہ کی پڑی اور وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ بس پھر کیا تھا سب کام چھوڑ چھاڑ کر اِدھر آ پہنچے۔ خیر سلام دعا، علیک سلیک میں کیا دیر لگتی۔ کچھ دیر میں بچے پھر اسی مہم میں جتے نظر آئے۔

ہم نے بہتیرا کہا کہ بھئی ہمیں بھی کچھ اپنی استادیاں دکھانے دو مگر شاید بچے میری استادیوں سے خوب واقف تھے لہٰذا عافیت اسی میں جانی کہ بنا بنایا کام نہ ہی بگڑے۔

''ارے ماموں جان! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ آپ تو ہمارے مہمان ہیں بلکہ مہمانِ خصوصی۔ آپ کو کیوں ہم تکلیف دیں۔ بس آپ یہاں کرسی پر آرام سے بیٹھیں اور ہمارے کام کی نگرانی کریں۔''

منو نے ایسے ہمدردانہ و مشفقانہ انداز میں کہا کہ دل پسیج گیا۔

منو دروازے کے پاس سے دوسری کرسی کھینچ کر لے آیا اور بابا کی کرسی کے برابر لا جمائی۔

چھوٹی عمر کے بچوں کے لیے خوب صورت اور بہترین تحفے

دادی جان کی باتیں

بچوں کی دینی واخلاقی تربیت کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، اگر ہم بچپن ہی سے اس کی فکر اور کوشش کریں گے تو کل یہی بچے اچھے مسلمان اور قوم کے معمار بن کر ہماری دنیا وآخرت کی کامیابی کا بھی ذریعہ بنیں گے۔

الحمدللہ! اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے بچوں میں اللہ کی محبت واطاعت اور اچھی عادات پیدا کرنے کے لیے یہ کتابیں تیار کی گئی ہیں۔

آپ یہ کتابیں بچوں کو دیں، انھیں پڑھ کر سنائیں اور سمجھائیں، تاکہ ہم سب اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں۔

4 سے 6 سال کے بچوں کے لیے

صرف 320/-

تین کتابوں کا سیٹ

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

رابطہ نمبر: 0309-2228089، 0321-8566511 برائے تجاویز: 0322-2583196

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

بیت العلم (الوقف)

اب بچے تو بڑی محنت کے ساتھ گوڈی کر رہے ہیں، مٹی سمیٹ کر کنارے پر لگا رہے ہیں اور ہم نظاروں پر اکتفا کر رہے ہیں۔ ہاتھ اپنے کام میں جتے ہوئے مگر زبان ہماری طرف متوجہ۔ گھر کی باتیں، اسکول کے قصے، رمضان کی سرگرمیوں کی روداد، روزوں کا معمول اور سب سے بڑھ کر منو کے ڈھیر سارے روزے، ایک سے بڑھ کر ایک مضبوط اور پکے۔

ہلکی پھلکی گپ شپ کے درمیان کبھی منو میاں کوئی چٹکلا چھوڑ دیتے تو یکدم محفل کشتِ زعفران بن جاتی، اسی دوران میں ہمیں وہ بات یاد آ گئی:

''اوہو...... میں اصل بات بتانا تو بھول ہی گیا۔''

''ماموں جان! خدا کے لیے مزید نہ صبر کروائیں، بتا بھی دیں۔ دیکھیں نہیں رہے، میرا پسینہ چھوٹے جا رہا ہے۔''

''تو یہ پسینہ کیا خیر سے میں نے چھٹوایا ہے؟''

ہم نے بھی تنک کر کہا۔

''نہیں! یہ تو پہلے ہی سے چھوٹ رہا ہے مگر آپ کی بات نے اسے دوبالا کر دیا۔''

''ہائیں...... پسینے کے بھی بال ہوتے ہیں؟''

اب چونکنے کی باری منو کی تھی جو آج کل اردو مضبوط کرنے کے چکر میں تھا۔

''ماموں جان! اب آپ بتائیں گے بھی یا ہم اپنا کام دوبارہ سے شروع کریں؟''

''ایک بہت خاص چیز میں آپ کے لیے لایا ہوں۔''

''خاص چیز؟ وہ کیا ہے؟''

منو کی بے تابی چھپائے نہ چھپتی تھی۔

''ایک بہت خاص چیز، اور وہ ہے ایک بہت ہی عظیم انسان کا سلام!''

سب کا تجسس اب آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

''جانتے ہو یہ کس کا سلام ہے؟''

''ہمیں کیسے خبر ہو؟ ایک تو آپ ہر بات پر بریک لگا دیتے ہیں ماموں!''

''ہاں تو بچو! ذرا توجہ سے سننا اور بڑے ہی ادب سے وصول کرنا کہ یہ سلام حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کا ہے۔''

''کیا؟ ابراہیم علیہ السلام؟ اور ہم کو سلام؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

واقعی بات تھی بھی انوکھی۔ کل رات ہی منو میاں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سناتے ہوئے اماں نے بتایا تھا کہ وہ آج سے چار ہزار سال قبل اس دنیا میں آئے تھے۔

''مگر ماموں......!''

مستبشرہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہنے ہی کو تھی کہ ماموں نے بات کاٹ دی۔

''اور جانتے ہو کہ کس کے ہاتھوں یہ سلام پہنچا ہے؟''

سب کے چہروں پر سوالیہ نشان تمتما رہا تھا۔

''جی ہاں...... پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے۔''

''کیا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟''

حیرت واستعجاب سے یہ اسم گرامی سن کر دل کی گہرائیوں سے پھوٹتی خوشی ان کے چہروں پر نمایاں ہوگئی تھی۔

''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟''

ہانیہ نے نہایت محبت واحترام سے دھیرے سے یہ نام پکارا اور پھر اس کی آنکھوں کی خوشی نے تاب نہ لاتے ہوئے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر دیا۔

میں نے مڑ کر جو مستبشرہ کو دیکھا تو وہ ہونٹوں کو ہلاتی درود شریف پڑھنے میں مگن تھی اور پھر یہ اس نام کی تاثیر تھی کہ ننھا چنو بھی اب خوشی سے جھوم جھوم کر ''پیالے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پیالے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پکار رہا تھا۔

محفل کا رنگ بدل گیا۔ گویا ہم زمانے کو پلٹ کر صدیوں دور آ گئے ہوں۔ جیسے مدینہ منورہ کی گلیوں میں جنت کی معطر ہوائیں گردش کر رہی ہوں۔ جیسے پاکیزہ صفت صحابہ کے جھرمٹ میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمکتے دمکتے مسکراہٹ کی کرنیں لٹا رہے ہوں۔

''ماموں جان! کیا واقعی انھوں نے ہم کو سلام کہا ہے؟''

مستبشرہ نے بھرائی آواز میں پوچھا۔ اب تو منو میاں

بھی کسی اور ہی کیفیت کے مزے لوٹ رہے تھے۔ میرے اثبات میں سر ہلانے پر پھر سے سوالات ابل پڑے۔

''کب دیا سلام؟ کیسے دیا؟''

میں نے لب کھولے: ''لو سنو! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس رات مجھے معراج کے سفر پر لے جایا گیا تو......''

''یہ معراج کہاں ہے ماموں؟ کس علاقے کا نام ہے؟ محمد (منو) کا سوال بھی بجا تھا مگر اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا ہانیہ فوراً بول پڑی: ''منو! معراج کا واقعہ بہت طویل ہے وہ میں آپ کو بعد میں پورا سنا دوں گی، فی الحال ماموں کو یہ بات سنانے دو۔''

ہانیہ کی بے تابی واقعے میں خلل کی روادار نہ تھی لہٰذا منو میاں کو بھی نہ چاہتے ہوئے مفاہمت سے کام لینا پڑا۔

''جی ماموں! آپ جاری رکھیں!''

میں گویا ہوا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کے سفر پر لے جایا گیا تو میری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے فرمایا کہ اے محمد! اپنی امت کو میرا سلام دینا۔''

''وعلیک وعلیہا السلام!''

بابا اور مستبشرہ نے جھٹ سے جواب دیا۔

بقیہ بچے بھی نقل کی کوشش کرنے لگے۔

''پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی امت کو بتانا کہ جنت کی مٹی بے حد خوشبودار ہے اور پانی بہت ہی لذیذ اور میٹھا۔'' یہاں تک کہہ کر میں رکا اور ہانیہ کو دیکھا تو وہ بڑے شوق اور اضطراب سے سن رہی تھی۔

جنت کے ذکر پر منو کو سرور آ گیا، آنکھوں میں طلب کے جگنو چمک رہے تھے۔ ''اچھا، پھر کیا فرمایا؟''

''ہاں، تو پھر فرمایا کہ جنت خود ایک چٹیل میدان ہے۔''

''ماموں جان! یہ چٹیل کیا ہوتا ہے؟''

منو نے بے قراری سے پوچھا۔

''چٹیل ایسے میدان کو کہتے ہیں جو سبزے سے خالی ہو، اس پر کوئی پودے، درخت نہ ہوں۔''

''تو ماموں اس کے پودے اور درخت کہاں گئے؟''

''یہی تو بتانے لگا ہوں کہ درخت میں نے آپ نے ہی تو لگانے ہیں۔''

''یعنی یہ شجر کاری وہاں بھی کرنی ہوگی؟''

مستبشرہ نے حیرت سے پوچھا۔

''تو اور کیا؟ مگر شجر کاری یعنی بیج تو یہاں بونے ہوں گے مگر ثمر وہاں نکلے گا اور آگے تو سنو کہ ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس چٹیل میدان کے پودے یہ ہیں: سبحان اللہ، والحمدللہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر یعنی مطلب یہ ہوا کہ جو یہ کلمہ پڑھے گا جنت میں اس کے لیے ایک درخت لگ جائے گا۔''

''صرف اتنا سا کلمہ پڑھنے سے؟''

منو کو حیرت بھی تھی اور بے حد خوشی بھی کہ کہاں تو یہ حال کہ صبح سے صحن میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور کہاں لیٹے بیٹھے اللہ میاں کو یاد ہی تو کرنا ہے۔

''اور کون سا درخت؟''

''یہ تو بھیا تمھاری پسند ہوگی، آم کا، انار کا، سیب کا، آڑو کا، جس کا بھی چاہو اور پتا ہے یہ درخت لکڑی کے تو نہیں ہوں گے۔''

''اچھا! تو پھر کس چیز سے بنے ہوں گے؟''

''یہی تو مزے کی بات ہے کہ ان کے تنے، ان کی شاخیں، ان کی جڑیں سونے چاندی ہیرے موتیوں سے بنی ہوئی، بہت خوب صورت چمک دار ہوں گی۔''

''سونے کے درخت سے آم بھی نکلے گا؟''

''جی ہاں! اور وہ ہوگا بھی اتنا مزے کا کہ ساری دنیا کے مزے اس کے آگے کچھ بھی نہیں۔''

منو کے دل کی کیفیت عجیب تھی، دل تو چاہتا تھا کہ بس ہاتھ بڑھائے اور سونے اور ہیرے موتیوں میں جڑے ان آموں پر جھپٹا مار دے۔

''ماموں جان! جنت کے درخت تو بہت بڑے ہوں گے ناں؟''

''جی ہاں، اتنے بڑے اتنے بڑے کہ اگر ان کے سائے کے نیچے کوئی بندہ سو سال تک بھی تیز رفتار گھوڑے پر سفر کرتا رہے تو وہ سایہ ختم نہ ہو۔''

''سبحان اللہ! یعنی پورے لاہور سے بھی بڑا؟''

''میاں! لاہور کیا پوری دنیا سے بھی بہت بڑا! اور یہ ایک درخت ہے۔ بس یہ کلمات کہتے جاؤ اور ایسے درخت لگتے چلے جائیں اور یہ بھی نہیں کہ آج تم نے آم کا بیج بویا تو سات آٹھ برسوں کے بعد درخت نے جا کر پھل دینے شروع کیے، نہیں بلکہ ابھی تم نے یہ الفاظ کہے اور فوراً درخت مکمل لگ بھی گیا اور مزے مزے کے پھل دینے بھی لگا۔''

بچے اپنے کھرپے، بیلچے اور بیج بھول چکے تھے۔ وہ تو اب کسی اور ہی جہاں کی سیر کر رہے تھے۔

''اُكُلُهَا دَائِمٌ وَّ ظِلُّهَا کے باغات اور لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ والے بیش بہا پھل۔''

''ماموں جان! شکر ہے مجھے تو یہ کلمات یاد ہیں۔''

ہانیہ نے چمکتے چہرے کے ساتھ کہا مگر منو بے حد فکر مند تھا۔

''ماموں جان! مجھے بھی جلدی سے یاد کروا دیں کہیں ہانیہ ابھی سے پڑھ پڑھ کر مجھ سے زیادہ درخت نہ لگانے شروع کر دے۔''

میں نے پیارے منو کو اپنے پاس بٹھایا اور آرام سے ایک ایک کلمہ پڑھانا شروع کیا۔

سبحان اللہ (پاک ہے اللہ)، والحمدللہ (اور تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے) ولا الہ الا اللہ (اور اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں) واللہ اکبر (اور اللہ سب سے بڑا ہے) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (اور برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے)۔''

منو کا معصوم چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ اس کے ہونٹ ان کلمات کو دہراتے آہستہ آہستہ ہل رہے تھے مگر خیال دور...... بہت دور جنت کے دلنشین باغوں کے کسی آموں سے لدے لمبی لمبی شاخوں والے درخت کے نہ ختم ہوتے سائے کے نیچے تیز رفتار گھوڑے پر سوار سرپٹ دوڑ رہا تھا۔

☆☆☆

۲۷

جوابات: آپ کتنے پانی میں ہیں؟

درج ذیل سوالات کے جوابات سوچیے، پھر انھیں ایک کاغذ پر لکھ کر رکھ لیں۔ اگلے ہفتے کے شمارے میں جوابات شائع ہوں گے تو اس سے اپنے جوابات ملا لیجیے۔

آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں!

(۱) قرآن مجید میں چھبیس (۲۶) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آیا ہے۔

(۲) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب امین الامت (اس امت کے امین) ہے۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک حج اور چار عمرے کیے ہیں۔

(۴) نواب سراج الدولہ کی شکست میں میر جعفر کی غداری کا ہاتھ تھا۔

(۵) ایک لاکھ کروڑ کو انگریزی میں ایک ٹریلین کہتے ہیں۔

مکتب کی کرامت

مولوی شبیر احمد۔ وہاڑی

اسپتال سے فارغ ہوئے تو کافی دیر ہو چکی تھی اور گھر پہنچنا مشکل تھا۔

اہلیہ نے کہا: ''یہاں قریب گاؤں میں میرے ننھیالی رشتے دار ہیں، اگر آپ رضا مند ہوں تو رات ان کے ہاں گزار لیں......!''

مسافت زیادہ نہ تھی، میں تیار ہو گیا۔ ہم نے انھیں فون پر اطلاع دی، ٹیکسی پکڑی اور روانہ ہو گئے۔

اہل خانہ نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا۔ ہماری غیر متوقع آمد پر ان کی خوشی ان کے انگ انگ سے عیاں ہو رہی تھی۔ خالص دیسی کھانوں سے ہماری تواضع کی گئی جو سادہ اور بے حد مزیدار تھے۔ رات گئے تک تمام اہل خانہ ہمارے پاس بیٹھے رہے۔ صبح ناشتے کے دوران انھوں نے قریب کے گھر میں ایک عزیز کی شدید علالت کا بتایا تو ہم عیادت کے لیے ان کے ہاں چلے گئے۔

کیا دیکھتے ہیں کہ وہ عزیز ہڈیوں کا ڈھانچہ، مدقوق چہرہ، رنگت زرد، چارپائی کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھے انتہائی کرب ناک حالت میں بمشکل بیٹھے ہیں اور سانس دھونکنی کی طرح چل رہا ہے۔

مہمان ہونے کے ناتے وہ ہم سے بات کرنا چاہتے تھے مگر گویائی کی سکت نہ تھی۔ ان کی اہلیہ بے بسی کی تصویر بنی ہوئی تھیں۔ میں نے ازراہِ ہمدردی کہا: ''بہن انھیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاتے......!''

میری بات سن کر مریض کے چہرے پر غصے اور آنکھوں میں نمی کے آثار ظاہر ہوئے۔

اہلیہ بولیں: ''کافی دیر ہو گئی ہے بیٹوں کو جگا رہی ہوں مگر وہ اٹھتے ہی نہیں......!''

یہ سن کر ایک طرف ان بیٹوں کی بے حسی پر افسوس ہوا تو دوسری جانب نگاہوں میں چند سال قبل کا ایک منظر گھوم گیا۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب 'کورونا' کی وبا عروج پر تھی۔ عجیب نفسا نفسی کا عالم تھا۔ تعلیمی ادارے بند تھے۔ لوگ مرحومین کے جنازے اور تدفین میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ ہر گھر کے گیٹ کے پاس سینی ٹائزر رکھے ہوتے تھے۔ انھی دنوں مجھے شدید بخار اور نمونیہ ہو گیا۔ کھانسی اتنی شدید تھی کہ میں لیٹ نہیں سکتا تھا۔ میں نے پوری رات رضائی لپیٹ کر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھ کر گزاری۔

ان دنوں میرا بڑا بیٹا حافظ محمد صہیب دارالعلوم کبیر والہ میں درجہ جلالین شریف میں زیر تعلیم تھا۔ اسے جیسے ہی پتا چلا فوراً گھر پہنچا اور مجھے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ایکسرے اور مختلف ٹیسٹ کرائے گئے۔ ڈاکٹر صاحب رپورٹس دیکھتے ہی بولے: ''مولانا صاحب آپ کو 'کورونا' ہے۔''

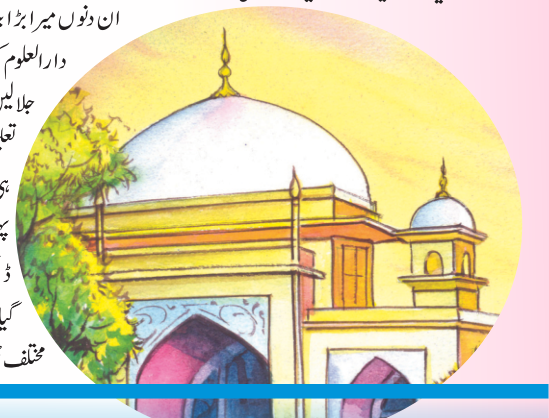

یہ کہہ کر انھوں نے ادویات لکھیں۔ غذا احتیاط، پرہیز اور قرنطینہ کے متعلق میرے بیٹے کو تفصیلی ہدایات دے کر ہمیں رخصت کر دیا۔

میرا دل بہت پریشان ہو گیا۔ ذہن عجیب و غریب خیالات، اوہام و خدشات کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔ میں نے بیٹے کو کسی سے بھی حقیقت حال کا ذکر کرنے سے منع کر دیا۔

واپس پہنچے تو پورا گھر دروازے پر میرا منتظر تھا۔ میری آنکھیں بھر آئیں۔ موت قریب نظر آنے لگی تھی۔ دل چاہتا تھا کہ ایک ایک بچے کو گلے لگا کر خوب جی بھر کر پیار کروں۔ بیٹیوں اور کمسن محمد انس کو دیکھتا تو پلکوں کے بند ٹوٹ جاتے۔ بڑی بیٹی ملنے آئی تو مجھے اپنے آپ پر جبر کرنا پڑا، اس کے سر پر سرسری سا ہاتھ رکھا اور اس کے بچوں کو پیار نہیں کیا۔

میں منہ پر کپڑا ڈال کر روتا اور اہل خانہ کے سامنے خود کو مطمئن ظاہر کرتا۔ میرا بیٹا مجھے اور بہن بھائیوں کو تسلیاں اور دلاسے دیتا۔ اس نے فون کر کے مدرسے سے لمبی چھٹی لے لی اور میری خدمت و تیمارداری میں جت گیا۔

دوسرا بیٹا حافظ محمد جاوید دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی میں زیر تعلیم تھا۔ وہ عصر کے وقت گھر آ جاتا، نمازیں پڑھاتا، امور خانہ داری اور میری تیمارداری میں بھائی کی معاونت کرتا اور صبح واپس چلا جاتا۔

اور رفیقۂ حیات تو لگتا باورچی خانہ کی ہو کر رہ گئی تھیں۔ ان کا بار بار ایک ہی سوال ہوتا: ''کیا کھائیں گے؟''

میری کوشش ہوتی، کوئی بھی میرے بستر، چارپائی یا کپڑوں کو ہاتھ نہ لگائے۔ مجھے اُس وقت حیرت ہوئی جب میرے بیٹے نے میرے قریب پڑے ہیٹر پر تیل گرم کیا اور میری چارپائی پر بیٹھ کر بولا: ''ابو جی! اٹھیں آپ کے جسم پر مالش کرنا ہے۔''

میں ڈر گیا کہ میں تو کورونا کا مریض ہوں، یہ انتہائی خطرناک، مہلک اور متعدی مرض ہے مگر وہ بضد رہا۔ گرم تیل سے سر، جسم اور ٹانگوں کی خوب مالش کی اور کافی دیر تک میرا جسم دباتا رہا۔

بیٹے کی محبت اور ایک خطرناک متعدی مرض سے یوں بے خوف ہو کر میری خدمت کرتا دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو اور دل سے دعاؤں کی آبشاریں جاری تھیں۔

میں سوچ رہا تھا، یہ سب گھر کے مذہبی ماحول، دینی تعلیم، دینی مدارس اور جید علماء کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا اثر ہے کہ بیٹا ہر طرح کے خطرات سے بے خوف ہو کر یوں بھرپور خدمت کر رہا ہے۔

اور اِدھر یہ مریض میری آنکھوں کے سامنے بے بسی کی تصویر بنا اولاد سے التجائیں کر رہا ہے اور جوان بیٹے اپنے اپنے کمروں میں نیند کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

لوگ دینی مدارس اور علماء پر تنقید کرتے نہیں تھکتے، کچھ روشن خیال تو دینی مدارس کو جہالت کی فیکٹریاں کہتے ہیں۔ کاش یہ لوگ الزام تراشی سے قبل مدارس کے پاکیزہ ماحول اور وہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کا اخلاق، اندازِ گفتگو، حسن معاشرت، والدین اور بزرگوں کی خدمت کا مشاہدہ کر لیں تو امید ہے سب والدین کی خواہش ہو گی کہ کاش ہمارے بچے بھی دینی مدارس کے تعلیم و تربیت یافتہ ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہماری نوجوان نسل کو راہِ ہدایت نصیب فرمائے، آمین!

☆☆☆

ہمارے بچپن کی عید

عتیق احمد صدیقی

ہمیں جو عیدی اپنی پہلی عید کے طور پر یاد ہے وہ سخت سردی میں آئی تھی۔ نہانے کا تصور ہی جما ڈالنے والا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسی کڑاکے کی سردی میں کہ جب لحاف سے منہ نکالنے کا خیال ہی بدن میں برف سی بھر دے، نہانا بڑے حوصلے کا کام تھا۔ ہمیں تو ایک لمحے کے لیے ہی سہی عید بھی بری لگی کہ کیوں آ گئی اس کڑاکے کے جاڑے میں؟ کیا اس کا بگڑتا جو منہ آتی کوئی دن اور......!

بہرحال ہماری والدہ محترمہ جنھیں ہم سب آپا کہتے تھے، صبح کاذب کے وقت اٹھ گئیں۔ نماز اور ذکر واذکار کے بعد گھر کا سب سے بڑا پتیلا پانی سے بھر کر چولھے پر چڑھا دیا تاکہ سب کو غسل کے لیے گرم پانی مل جائے۔ اُن دنوں گیس تو ہوتی نہیں تھی، تیل کے چولھے اور اسٹو وغیرہ بھی عام نہیں ہوئے تھے۔ گھروں میں مٹی کے چولھے ہوا کرتے تھے جن میں لکڑیاں جلائی جاتی تھیں۔

پانی کھول گیا تو آپا نے سب کو بیدار کرنا شروع کیا۔ پہلے بڑوں کی باری آئی۔ بچے بعد میں نہائے۔ نہا دھو کر سب کپکپاتے تھرتھراتے دوبارہ لحافوں میں دُبک گئے۔ آپا نے سب کو ان کے بستروں ہی میں چائے دی۔ حالت قدرے بہتر ہوئی تو عید کے کپڑے زیب تن کیے گئے۔

آج تو سیکڑوں اقسام اور رنگوں کے کپڑے، ایک سے بڑھ کر ایک دستیاب ہیں مگر ہمارے بچپن میں دو تین اقسام ہی کا کپڑا ہوا کرتا تھا۔ مردانہ اور زنانہ بھی۔ رنگ بھی بس دو چار ہی ہوتے تھے۔ مردوں کے قمیص کرتے وغیرہ کے لیے پاپلین، ڈوریا، ململ اور پاجامے کے لیے لٹھا اور دھاریوں والا پٹرے کا کپڑا۔ پاپلین کے رنگ بھی تین ہوتے تھے، نیلا، بادامی اور سفید۔ بعد میں بسکٹی رنگ کی بھی آ گئی تھی۔ ڈوریا میں افقی دھاریاں ہوتی تھیں اور فاصلے فاصلے سے دھاگے کی بھری ہوئی دھاری بھی ہوتی تھی۔ شاید اسی وجہ سے اسے ڈوریا کہا جاتا تھا۔ باریک ململ سفید ہی ہوتی تھی اور اس کے کرتے بنائے جاتے تھے۔ پٹرے کے پاجامے عموماً جیب والے سلوائے جاتے تھے جن کی کریز پتلون کی طرح سیدھی ہوتی تھی۔

مردوں میں شلوار کا پہناوا اُس وقت عام نہیں تھا۔ یہ تو ۱۹۷۰ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے متعارف کروائی۔ وہ خود کو انتخابی جلسوں میں 'عوامی' ظاہر کرنے کے لیے ایک ہی رنگ کی شلوار قمیص پہنا کرتے تھے۔ بعد میں اِس لباس نے حیرت انگیز مقبولیت حاصل کی اور پاکستان کا قومی لباس قرار پایا۔ اسے 'عوامی سوٹ' کہا جاتا تھا۔ اس سے پہلے عموماً پاجامہ قمیص، پاجامہ کرتا یا پتلون قمیص اور پتلون بش شرٹ کا رواج تھا۔ پتلونیں زین، مکھن زین یا ٹسر کی ہوتی تھیں۔ بش شرٹوں کے لیے چیک اور دھاری دار کپڑا آتا تھا۔ نائیلون کئی برس کے بعد متعارف ہوا۔

چپلوں کی جگہ کھڑاویں جنھیں چٹیاں بھی کہا جاتا تھا، استعمال ہوتی تھیں۔ ان کا تلا (سول پر لکڑی کا ہوتا تھا اور پاؤں ڈالنے کے لیے ٹائر کا پٹا جڑا ہوتا تھا۔ کھونٹی والی کھڑاویں بھی ہوتی تھیں۔ تلے کے اگلے حصے میں نصب چھوٹی سی کھونٹی انگوٹھے اور اس کے برابر والی انگلی کے درمیان پھنسالی جاتی تھی۔ چپلیں کم کم ہوتی تھیں اور اکثر ہاتھ کی بنی ہوئی چمڑے کی ہوتی تھیں۔ ربر یا مصنوعی چمڑے کا رواج نہ تھا۔ جوتے یا تو چمڑے کے ہوتے تھے یا کینوس کے یا پھر پرانے ٹائر استعمال کر کے بنائے جاتے تھے۔ ربر کی دو پٹیوں والی ہوائی چپل باٹا نے متعارف کروائی تھی اور ابتدا میں فیشن کے طور پر پہنی جاتی تھی۔ لوگ شادی بیاہ جیسی تقریبات میں بھی ہوائی چپل پہن کر چلے جاتے تھے اور بڑے فخر کے ساتھ، دیکھنے والے بھی انھیں رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہمیں یاد آ رہا ہے کہ ہمارے ماموں یہ چپل گیارہ روپے کی خرید کر لائے تھے جو اس زمانے میں بہت بڑی رقم ہوا کرتی تھی اور کچھ ہی دن بعد چلتے ہوئے پاؤں مڑ جانے سے اس کا پٹا ایک طرف سے ٹوٹ گیا تھا تو وہ خوب روئے بھی تھے۔

بات بہت پرانی ہے مگر ہمیں کل کی کسی بات کی طرف یاد ہے۔ جس عید کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں، اس سے پہلے والے رمضان کے آخری دن تھے۔ شاید چھبیسواں یا ستائیسواں روزہ تھا جب گلی میں ایک ٹھیلے والا آیا۔ طرح طرح کی کھڑاؤں سے خوب لدا پھندا۔ بچکانہ، مردانہ، زنانہ، سادہ، رنگین پھول پتیوں والی، پٹوں والی، کھونٹیوں والی، رنگین پھول پتیوں والی۔ کھڑاؤں کے پٹے بھی رنگین تھے۔ لال، پیلے، ہرے، نیلے۔

ٹھیلا گھر کے دروازے کے آگے رکوایا گیا۔ چھوٹے ماموں اور بڑے بھائی مختلف کھڑاویں دکھانے کے لیے گھر میں لائے۔ ہمیں ایک کھڑاؤں جس کے سول پر خوب صورت پھول پتیاں پینٹ کی گئی تھیں اور پٹا سرخ رنگ کا تھا بہت پسند آئی۔ آپا کے سر ہو گئے کہ لیں گے تو بس یہی کھڑاؤں لیں گے۔ والدہ نے دام پچھوائے۔ ٹھیلے والے نے چھ آنے بتائے۔ آپا نے چار آنے لگائے۔ خاصی بحث تمحیص کے بعد پانچ آنے میں سودا طے پا گیا

اور کھڑاؤں ہماری ہوگئی۔

ہمیں کھڑاؤں پا کر جو خوشی ہوئی وہ آج بھی اپنا احساس دلاتی ہے۔ ہم وہ کھڑاؤں سارا دن ہاتھوں میں لیے پھرتے رہے۔ رات کو سونے سے پہلے بھی تکیے کے نیچے رکھ لی۔ سوتے سے آنکھ کھلی جاتی تو تکیہ اٹھا کر دیکھتے اور اس کی موجودگی کا اطمینان کر کے پھر سو جاتے۔ دن میں بھی کئی کئی بار دیکھتے اور سوچتے کہ کب عید آئے گی اور ہم یہ کھڑاؤں پہنیں گے۔

بالآخر عید آ گئی کہ عید میں دن ہی بھلا کتنے رہ گئے تھے۔ شاید دو یا تین دن۔ ہم نے کھڑاؤں پہنی اور خوشی سے سرشار ہو گئے۔ پہلے پورے گھر، نانی کے ہاں اور پھر محلے بھر میں اتراتے پھرے۔ ایسی خوشی ایسی سرشاری آج کل کے بچوں کو کہاں نصیب۔

خیر سب نئے کپڑے پہن کر تیار ہو گئے۔ آپا نے سب بھائیوں کی آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ گلے سے لگا کر پیشانیاں چومیں، دعاؤں سے نوازا۔ جس دوران نہانا دھونا ہو رہا تھا۔ آپا نے سویاں اور شیر خرما بھی تیار کر لیا تھا۔ آج تو شیر خرما بڑے اہتمام اور تکلفات کے ساتھ تیار کیا جاتا ہے۔ اُن دنوں تو بس گرم دودھ میں چھوہارے بھگو دیے جاتے تھے۔ سب لوگ دو دو تین تین چھوہارے اور سویاں کھا کر دوگانہ عید کے لیے مسجد روانہ ہوئے۔

نمازِ عید کے اوقات کا نہ صرف مساجد کے لاؤڈ اسپیکروں پر اعلان کیا جاتا بلکہ دیواروں پر چاکنگ بھی کی جاتی تھی۔ ذرا بڑے ہوئے تو یہ خدمت ہم نے بھی انجام دی۔

دوگانۂ عید کے بعد گھر کو لوٹتے وقت ذہن میں چونیاں، اٹھنیاں کھنکھنا رہی تھیں۔ سلام دعا اور مبارک سلامت کے بعد عیدی کی پہلی چونی (ایک روپے کا چوتھائی حصہ) آپا نے دی، دوسری والد صاحب نے۔ برابر میں نانی کا گھر تھا۔ انھوں نے سب کو آٹھ آٹھ آنے دیے۔ یہ عیدی کی سب سے بڑی رقم تھی جو ہمیں اس زمانے میں ملتی تھی۔ ہمارے سب سے بڑے ماموں سب بھائیوں کے لیے ایک روپیہ دے کر امتحان میں ڈال دیتے تھے۔ سمجھ میں نہ آتا کہ پانچ بھائیوں میں برابر برابر کیسے تقسیم کریں۔ والد محترم یہ مسئلہ اس طرح حل کر دیتے کہ اپنی جیب سے ایک چونی ڈال کر ایک روپے کو سوا روپیہ کر دیتے اور یوں سب بھائیوں کو چار چار آنے مل جاتے۔

خیر عیدیاں بٹور کر ہم گلی میں نکل گئے جہاں میلے کا سماں ہے۔ ماموں چھولے والے تو گھر کے تقریباً سامنے ہی ریڑھی لگاتے ہیں۔ آج ان کی ریڑھی کی شان ہی نرالی ہے۔ عام دنوں میں تو صرف چھولے اور دہی بڑے ہوتے ہیں مگر آج تو بڑی بہار ہے۔ کچھ بانس وغیرہ باندھ کر ریڑھی میں اضافی گنجائش بھی پیدا کی گئی ہے۔ کئی مزید تھال اور تسلے نظر آ رہے ہیں۔ ایک کونے پر سجے تھال میں لمبوترے رول سے رکھے ہیں۔ تلے ہوئے ان رولوں میں قیمہ بھرا ہوا ہے۔ دوسرے تھال میں پاپڑیاں ہیں جو وہ مکس چاٹ میں شامل کرتے ہیں جس سے چاٹ کا مزا دوبالا ہو جاتا ہے۔ دائیں بائیں کناروں پر بنائے گئے بریکٹوں میں چٹ پٹی دہی کی پھلکیاں، میٹھی پھلکیاں، مسالے دار لیموں والے سیاہ چنے اور بینگنیاں تسلوں میں رکھی ہیں۔ یہ عید کی خاص سوغاتیں ہیں۔ درمیان میں وہی آلو چھولے اور دہی بڑے کے بڑے بڑے تھال ہیں، البتہ عام دنوں کے مقابلے میں ان کی مقدار کافی زیادہ ہے۔ ریڑھی کے گرد لکڑی کی چند بنچیں پڑی ہیں جن پر بیٹھے بچے اور بڑے بھی اپنی اپنی پسند کی چیزیں کھا رہے ہیں۔ کچھ کو بنچوں پر جگہ نہ ملی تو وہ کھڑے ہوئے ہیں۔

ہم بھی ان میں جا شامل ہوئے اور قیمہ بھرے رول اور بینگنیاں کھائیں جو ہمیں بہت پسند تھیں۔

آج گلی میں خوب رونق ہے۔ ایک طرف دیہات کی عورتیں مٹی اور کاغذ کے بنے ہوئے کھلونے لیے کھڑی ہیں۔ واٹر بالیں فروخت ہو رہی ہیں۔ کئی اور خوانچہ فروش بھی

محبت کا محور ہیں صدیق اکبر

نادر صدیقی

محبت کا محور ہیں صدیق اکبر
ہمارے تو رہبر ہیں صدیق اکبر

جو عشقِ محمدؐ ہے ایمان اپنا
تو ایماں کا زیور ہیں صدیق اکبر

خدا کے قریں تر خدا کے نبیؐ ہیں
نبیؐ کے قریں تر ہیں صدیق اکبر

نبوت کے ہر ایک سچ کا حوالہ
صداقت کا پیکر ہیں صدیق اکبر

وہی یارِ غار و مزارِ نبیؐ ہیں
رفیقِ پیمبر ہیں صدیق اکبر

مجھے موذی سانپوں سے کیا خوف آئے
مرے دل کے اندر ہیں صدیق اکبر

اگرچہ ہیں صدیق سارے صحابہ
پہ صدیق اکبر ہیں صدیق اکبر

جسے باقی رہنا ہے تاحشر نادر
وہ بوئے گلِ تر ہیں صدیق اکبر

مختلف چیزیں بیچ رہے ہیں۔ ایک طرف ایک نوجوان پانی سے بھری بالٹی سامنے رکھے کھڑا ہے۔ بالٹی کی تہ میں ایک چھوٹی سی کٹوری رکھی ہے۔ وہ بچوں کو ترغیب دے رہا ہے کہ ایک پیسہ پانی میں ڈالیں اگر وہ کٹوری میں چلا گیا تو پیسے کے بدلے وہ ایک آنہ دے گا ورنہ پیسہ اس کا۔ بہت سے بچے یہ کھیل، کھیل رہے ہیں۔ آپا نے مگر ہمیں گھر سے نکلتے وقت سختی سے تاکید کی تھی کہ یہ کھیل ہرگز نہ کھیلیں کہ یہ جوا ہوتا ہے، اس لیے کچھ دیر تماشا دیکھنے کے بعد ہم آگے بڑھ گئے۔

وہ دیکھیے، ایک بنگالی بڑے میاں چھوٹی سی ہتھ گاڑی لیے کھڑے ہیں۔ گاڑی کے کناروں پر بنے خانوں میں بہت سی شیشے کی برنیاں رکھی ہیں جس میں کھٹے میٹھے چورن، کھجور کے لڈو اور نجانے کیا کیا کچھ رکھا ہے۔ ایک برنی میں چھوٹی چھوٹی رنگ برنگی مچھلیاں بھی تیر رہی ہیں۔ اس گاڑی کے گرد بھی بچوں کا ہجوم ہے۔ کچھ بچے کاغذ کے ٹکڑوں پر رکھا چورن زبان سے چاٹ چاٹ کر برے برے منہ بنا رہے ہیں۔ بڑے میاں سیاہ رنگ کا چورن کاغذ کے ٹکڑے پر رکھ کر ایک تیل جیسا کوئی کیمیکل اس پر لگاتے ہیں جس سے شعلہ بھڑک اٹھتا ہے۔ بچوں کے لیے یہ عمل دلچسپی کا باعث ہے۔ گلی کے کناروں پر کچھ نوجوان اور لڑکے چادریں بچھائے بیٹھے ہیں۔ چادروں پر سستے قسم کے کھلونے رکھے ہیں۔ یہ محلے ہی کے نوجوان اور لڑکے ہیں جو عید کے موقع سے فائدہ اٹھا کر کچھ کمائی کر لینا چاہتے ہیں۔ گلی کے اختتام پر دو بڑے بڑے جنرل اسٹور ہیں۔ دونوں کے سامنے شامیانے لگے ہیں جن کے نیچے کچھ کرسیاں پڑی ہیں۔ قریب ہی بڑے بڑے ٹب رکھے ہیں جن میں پانی بھرا ہوا ہے اور ان میں بوتلیں (کولڈ ڈرنک) ڈوبی ہوئی ہیں۔ اُس وقت تک غیر ملکی برانڈ کوکا کولا، پیپسی وغیرہ متعارف نہیں ہوئے تھے۔ صرف مقامی پاکولا ہوتا تھا۔ اورنج آئس کریم سوڈا وغیرہ یہ تمام بوتلیں فی بوتل چار آنے کی ملتی تھیں۔ ان کے علاوہ کھارا سوڈا بھی ہوتا تھا جو دو آنے کا ہوتا تھا۔ یہ سوڈا لوگ پیٹ درد، بدہضمی کے خاتمے کے لیے پیا کرتے تھے۔ موسم سرد تھا اس لیے بوتلوں کو برف میں نہیں لگایا گیا تھا۔ سردی کے باوجود بہت سے بچے شامیانوں میں کرسیوں پر بیٹھے بوتلیں پی رہے تھے۔ ہمیں آپا نے بوتل پینے سے بھی منع کیا تھا مگر وائے شوق کہ عید کے حوالے سے دیکھے خوابوں میں یہ بوتلیں بڑی نمایاں تھیں، سو ہم نے بھی وقفے وقفے سے اورنج اور آئس کریم سوڈا کی دو بوتلوں پر آٹھ آنے اڑا دیے۔ یکے بعد دیگرے دو بوتلیں پینے سے طبیعت بوجھل ہوگئی اور ہم گھر کو لوٹ آئے۔

گھر پہنچے تو یہ دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ہماری دونوں خالائیں اپنے بال بچوں کے ساتھ آئی ہوئی ہیں۔ دونوں خالاؤں کے بچے ہم سے عمر میں چھوٹے تھے مگر ہمیں ان کی بچیوں سے بہت پیار تھا کہ ہماری اپنی کوئی بہن نہیں تھی۔ ہم نے جاتے ہی اپنی ننھی بہن کو گود میں لے لیا جو اب ماشاء اللہ دادی اماں بن چکی ہیں۔ دونوں خالاؤں نے بھی ہم سب بھائیوں کو عیدی دی جو آٹھ آٹھ آنے تھی۔ یوں ہماری خوشی دوچند ہوگئی۔

کچھ وقت خالاؤں سے باتیں کرتے اور ان کے بچوں سے کھیلتے گزرا۔ دوپہر کا کھانا نانی اماں کی طرف تھا۔ ظہر کے بعد کھانا کھایا گیا۔ یخنی پلاؤ اور گلاوٹ کے کباب تھے۔ اس وقت تک موجودہ سندھی بریانی 'دریافت' نہیں ہوئی تھی۔ زیادہ تر یخنی کا پلاؤ ہی بنتا تھا۔ شادی بیاہ کی تقریبات میں بھی پلاؤ زردہ ہی ہوا کرتا تھا۔

سہ پہر کو والد صاحب ہمیں اور چھوٹے بھائیوں کو ساتھ لے کر اپنے دوستوں سے ملنے گئے۔ عبدالرزاق صاحب قریب ہی عثمانیہ کالونی میں رہتے تھے۔ دونوں کی بہت گہری دوستی تھی۔ ایک دوسرے کو 'خان صاحب' کہا کرتے تھے۔ بعد میں پتا چلا کہ دونوں ہی 'خان صاحب' نہیں تھے۔ والد مرحوم 'شیخ صاحب' تھے اور عبدالرزاق چچا 'مرزا صاحب'۔ بہر حال عبدالرزاق چچا والد صاحب کے انتقال کے بعد بھی اکثر گھر آتے تھے اور ہم بھائیوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ اللہ اُن کی مغفرت فرمائے آمین۔ ہم سب بھائی ان کی آمد پر بڑی خوشی محسوس کرتے تھے اور ان کی بہت تکریم کرتے تھے۔

دوسرے دوست 'داروغہ صاحب' تھے، ان کا نام ہمیں نہیں معلوم۔ ریٹائرڈ پولیس آفیسر تھے۔ ناظم آباد میں رہائش تھی اور گھر سے متصل ہی راشن شاپ تھی۔ بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ والدہ محترمہ کے ہاتھ کے گلاوٹ کے کباب انھیں بہت مرغوب تھے۔ اکثر کلو ڈیڑھ کلو قیمہ بھجوا دیتے کہ کباب بنا دیں۔ والدہ محترمہ کو عام دنوں میں تو تعرض نہ ہوتا مگر عید کے موقع پر کہ جب گھر میں اپنے بھی بہت سے کام ہوتے تھے، پھر وہ اکیلی ہی سب کام کرتی تھیں کہ بہن تو کوئی ہماری تھی نہیں اور رمضان میں جب کام کاج کے علاوہ ان کی عبادات میں بھی حرج ہوتا تھا سو وہ پریشان ہو جاتیں، تب والد صاحب ان سے کہتے:

''ارے نیک بخت! یہ بھی تو نیکی کا کام ہے۔ کھا کر خوش ہوتے ہیں اور پھر ڈھیروں دعائیں بھی دیتے ہیں تمھیں، سب سے تعریفیں بھی کرتے ہیں۔''

شام کو والد صاحب کے ساتھ واپسی ہوئی۔ کچھ محلے کے لوگ بھی عید ملنے کے لیے آتے رہے۔ رات کا کھانا ہماری طرف تھا۔ کھانے کی تیاری میں خالاؤں نے والدہ کی مدد کی تھی۔ کوفتے تھے، ماش کی دال اور سادہ چاول۔ سب نے کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر خالائیں اپنے بچوں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئیں۔ گھر میں سناٹا سا ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سب لوگ سونے کے لیے لیٹ گئے۔ ہم بستر پر لیٹے سوچ رہے تھے:

'عید کا دن' اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے اس دن کے لیے

مگر یہ اطمینان بھی تھا کہ ابھی باسی اور تباسی عید باقی ہے اور جیب میں عیدی کے کچھ پیسے بھی۔

☆☆☆

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

میرِ حجاز

اختر حسین عزمی

''واللہ! میں نے تین شتر سواروں کو ابھی ابھی ساحل سمندر کی اطراف میں دیکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ محمدؐ اور اس کے ساتھی ہوں گے۔''

رابغ کے علاقے میں بنی مدلج کی مجلس میں ان کی قوم کے ایک آدمی نے کہا۔ قریش کے قاصد نے بنی مدلج کو بھی یہ پیغام دے رکھا تھا کہ جو محمدؐ اور ابوبکرؓ کو زندہ یا مردہ لے کر آئے گا اسے سو اُونٹ انعام ملے گا۔

اس کی یہ بات سن کر بنو مدلج کے ایک نوجوان سردار سراقہ بن مالک بن جعشم نے اسے آنکھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کہا: ''وہ تو فلاں قبیلے کے لوگ ہیں جو اپنے گم شدہ جانور ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے وہ مجھے ملے تھے''۔

''شاید ایسا ہی ہو''۔ یہ کہہ کر خبر دینے والا آدمی خاموش ہو گیا۔

قافلے کو غارِ ثور سے نکلے یہ تیسرا دن تھا اور قافلہ اب دوبارہ یثرب کی سڑک کو کاٹ کر ساحلی طرف سے گزر رہا تھا۔ سراقہ تھوڑی دیر مجلس میں بے تعلق ہو کر بیٹھا رہا جیسے اسے اس خبر سے کوئی دلچسپی نہ ہو، پھر آہستہ سے وہاں سے اٹھا، اپنے گھر آیا اور کنیز کو کہا: میرا گھوڑا لے کر بستی کے باہر ٹیلے کے پیچھے جا کر کھڑی ہو جا اور میرا انتظار کر، میں ابھی آتا ہوں۔''

سراقہ نہیں چاہتا تھا کہ بستی والوں کو معلوم ہو کہ وہ کسی مہم پر روانہ ہو رہا ہے۔ وہ سو اُونٹوں کے انعام میں کسی کو شریک کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سراقہ نے زرہ پہنی اور تیروں اور تلوار سے مسلح ہو کر نیزہ ہاتھ میں لیا اور اپنے مکان کے عقبی دروازے سے بستی کے باہر گھوڑے کے پاس پہنچا اور اس سمت ایڑ لگا دی جدھر اہل قافلہ کے نظر آنے کی خبر ملی تھی۔

سراقہ کی معلومات کے مطابق اہل قافلہ مسلح نہیں تھے۔ اس لیے اسے قوی اُمید تھی کہ وہ مطلوبہ افراد پر آسانی سے قابو پالے گا اور پھر انھیں قریش کو سونپ کر سو اُونٹ انعام پائے گا۔

اس کا گھوڑا ہوا سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے اُونٹوں کے قدموں کے نشانات نے بتا دیا تھا کہ اس نے کس رخ پر جانا ہے۔ کچھ ہی دیر بعد اسے تین شتر سواروں کے ہیولے دکھائی دینے لگے۔ سراقہ کی خوشی دیدنی تھی۔ اسے اپنی کامیابی میں کوئی شک نہ رہا۔ اسی دوران اچانک اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی۔ گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا اور سراقہ زمین پر آ گرا۔

''آخر یہ کیا بات ہے؟'' سراقہ نے سوچا۔

اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہ ہوا تھا چنانچہ اس نے فال کے تیر نکالے اور شگون معلوم کرنا چاہا۔ فال دیکھی تو وہی تیر نکلا جس کا نکلنا سراقہ کو پسند نہ تھا لیکن سو اُونٹوں کے انعام کے لالچ نے سراقہ کو ایسا بدحواس کر رکھا تھا کہ اس نے فال کے تیر کی پروا نہ کی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر ایڑ لگائی اور بڑی تیزی سے شتر سواروں کے قریب ہونے لگا۔

جلد ہی وہ اتنا قریب ہو گیا کہ اسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ گھوڑے کے سموں کی ٹاپ سن کر بھی پیچھے کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اسی طمانیت کے ساتھ سیدھے چلتے رہے جبکہ ابوبکرؓ پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے رہے۔

''اے اللہ کے رسولؐ! یہ پیچھا کرنے والا ہمیں آلینا چاہتا ہے۔''

ابوبکرؓ نے تشویش بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''لاتحزن انّ اللہ معنا، غم نہ کرو! یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

اللہ کے رسولؐ نے اپنے غمخوار کو تسلی دی۔

اچانک گھوڑے کے اگلے پیر ایک بار پھر پتھریلی زمین میں دھنس گئے اور سراقہ پھر گھوڑے سے نیچے آ رہا۔

جب گھوڑے نے اپنے پاؤں زمین سے نکالے تو ساتھ دھوئیں کا ایک بگولہ سا بلند ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر سراقہ سمجھ گیا کہ انھیں مجھ سے محفوظ رکھا جا رہا ہے۔ سراقہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ محمدؐ کا معاملہ غالب آ کر رہے گا۔ اس نے بلند آواز سے پکارا: ''لوگو! میں سراقہ بن مالک جعشمی ہوں، مجھے اتنی مہلت دو کہ میں تم سے بات کر سکوں۔ واللہ میں تم سے دھوکا نہیں کروں گا اور نہ تمھیں میری طرف سے کوئی ایسی بات پہنچے گی جو تمھیں پسند نہ ہو''۔

یہ سن کر اللہ کے نبیؐ نے ابوبکرؓ سے کہا: ''اس سے پوچھو کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟''

ابوبکرؓ نے سراقہ سے یہی بات پوچھی تو اس نے کہا: ''مجھے ایک ایسی تحریر لکھ دیں جو میرے پاس ایسی نشانی ہو کہ حضور نے میرا قصور معاف کر دیا ہے اور مجھے امان دے دی ہے۔''

یہ سن کر اللہ کے رسولؐ نے ابوبکرؓ کو کہا: ''اے ابوبکرؓ! اسے لکھ دو''۔

ابوبکرؓ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر اسے امان نامہ لکھ کر اس کی طرف اچھال دیا۔

سراقہ نے اسے پکڑ کر اپنے ترکش میں رکھ لیا اور پھر کہنے لگا: ''آپ کی قوم نے آپ کی گرفتاری پر ایک دیت کا انعام رکھا ہے۔ لوگ آپ کی تلاش میں ہر طرف گھوم رہے ہیں۔ میں آپ کو زادِ راہ اور سواری کے جانور پیش کرنے کے لیے تیار ہوں، اگر آپ قبول فرمائیں۔''

آپؐ نے کوئی بھی چیز قبول کرنے سے معذرت کر لی اور صرف اتنا کہا:

''ہمارے متعلق رازداری برتنا''۔

''میں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر عہد کرتا ہوں کہ اس طرف آپ کی تلاش میں آنے والوں کو واپس لے جاؤں گا۔''

جب وہ واپس مڑنے لگا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مخاطب کیا:

''اے سراقہ! اس وقت تمھاری کیا شان ہو گی جب کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھوں کی زینت ہوں گے''۔

''کون کسریٰ؟ کسریٰ بن ہرمز؟ شہنشاہِ ایران کے کنگن؟'' سراقہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں وہی۔'' اللہ کے رسولؐ نے پُریقین لہجے میں کہا۔ ☆

اتنی بڑی پیش گوئی، ایک ایسے غریب الوطن کے منہ سے جو اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو کر اجنبی سرزمین میں جا رہا تھا، جس کے پاس کوئی لاؤ لشکر نہیں تھا، لیکن سراقہ یہ بھی دیکھ چکا تھا کہ خدائی طاقتیں اس کے ساتھ ہیں۔ اسی استعجاب کی حالت میں سراقہ یہاں سے واپس ہو گیا اور جو بھی قافلے کا تعاقب کرنے والا اسے ملا، وہ اسے کہتا:

''میں ادھر خوب دیکھ بھال آیا ہوں، ادھر کوئی نہیں ہے۔''

یہ کہہ کر اسے واپس کر دیتا۔

جاری ہے

(☆ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین کے بعد سراقہ مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر بن خطاب کے دورِ خلافت میں ایرانی دارالحکومت مدائن فتح ہوا۔ مالِ غنیمت میں کسریٰ ایران کے کنگن بھی مدینے پہنچے اور حضرت عمرؓ نے ایک مجمع کے سامنے سراقہ بن مالک کو کسریٰ ایران کے کنگن پہنائے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

سروہارا امباکر

گویائی

ہم اپنے منہ اور گلے کی مدد سے ایک بڑا ہی زبردست کام کرتے ہیں۔ یہ بامعنی آواز نکالنے کی صلاحیت ہے۔ پیچیدہ آواز کی تخلیق اور اس کے ذریعے معنی اور خیالات کا تبادلہ انسانی وجود کا کمال ہے۔ اور ان خاصیتوں میں سے ہے جو ہمیں تمام زمینی تاریخ میں رہنے والی مخلوقات سے ممتاز کرتی ہیں۔

ڈینیل لیبرمین کے الفاظ میں انسانی تاریخ میں جس موضوع پر سب سے زیادہ بحث رہی ہے وہ گویائی ہے۔ قوتِ گویائی کے لیے عضلات، لگامنٹ، ہڈیوں اور نرم ہڈیوں کا بڑا ہی نازک اور نفیس تال میل درکار ہے۔ ٹھیک لمبائی، سختی، جگہ کی ضرورت ہے تاکہ ہوا کے دوش پر اپنے پیغام کو ٹھیک طرح سے ماڈیولیٹ کیا جا سکے۔ زبان، دانت اور گلے کی بھی چستی درکار ہے تاکہ گلے سے اُمڈنے والی ہوا سے پیچیدہ صوتی اثرات بنائے جا سکیں۔ اور یہ سب کرنے کے ساتھ ہی ساتھ ہمارے نگلنے یا سانس لینے کی صلاحیت پر اثر نہ پڑے۔ یہ بہت ہی بڑا کام ہے۔ صرف دماغ کا بڑا ہونا کافی نہیں بلکہ اناٹومی کی بڑی زبردست ترتیب کی بھی ضرورت ہے۔

دوسری تمام مخلوقات کے مقابل ہمارے پاس نہ صرف بڑا دماغ ہے جو پیچیدہ افکار بتا سکتا ہے بلکہ صوتی آلہ بھی جو اس کا اظہار کر دیتا ہے۔

☆☆

زخرہ (larynx) ایک ڈبہ ہے جو دونوں طرف ایک انچ کے سائز کا ہے۔ اس میں اور اس کے آس پاس نو نرم ہڈیاں ہیں، چھے مسلز ہیں اور لیگامنٹ کا بنڈل ہے۔ ان میں سے دو (Vocal cords) ہیں۔ جب ہوا اُن میں سے گزاری جاتی ہے تو یہ پھڑ پھڑاتے ہیں (جیسا کہ تیز ہوا میں جھنڈا)۔ اس سے کئی طرح کی آوازیں نکلتی ہیں۔ ان کو زبان، دانت اور ہونٹوں کی مدد سے ہم شکل دیتے ہیں اور اس سے برآمد ہونے والی خوبصورت چیز ہماری زبان ہے۔

اس کے تین مراحل ہیں:

پہلا جس میں صوتی لیگامنٹس سے ہوا باہر نکالی جاتی ہے۔ دوسرا جس میں یہ ہوا آواز میں بدلتی ہے، اور تیسرا اس کو تراشے جانا جس میں یہ الفاظ میں ڈھل جاتی ہے۔ اگر آپ انسانی آواز کے معجزے کو سراہنا چاہتے ہیں تو اپنی پسند کی نظم گنگنائیں۔ آپ نوٹ کریں گے کہ بغیر کسی محنت کے ہی انسانی آواز کتنی سریلی ہے۔ ہمارا گلا بہاؤ کنٹرول کرنے والے دروازے اور ہوا کی نالی ہونے کے ساتھ ساتھ سر کا آلہ بھی ہے۔

اور جب آپ اس سب کی پیچیدگی کو دیکھیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کئی لوگوں کو یہ سب اکٹھا کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ روزمرہ کی دشواریوں میں سے ایک ہکلاہٹ ہے۔ اور اس کے بارے میں ہماری سمجھ کچھ خاص اچھی نہیں۔ ایک فیصد بالغوں اور چار فیصد بچوں میں یہ پائی جاتی ہے، اور نامعلوم وجہ سے اس کا شکار ہونے والوں میں سے ۸۰ فیصد مرد ہیں۔ تاریخ کے کئی بہت مشہور کرداروں میں بھی یہ پایا جاتا تھا جس میں ارسطو، ڈارون، چرچل، لیوس کیرول، شاہ جارج ششم بھی شامل تھے۔

ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ کیوں مختلف لوگ کیوں ایسی دشواری کا سامنا کرتے ہیں؟ بائیں ہاتھ سے کام کرنے والوں میں یہ زیادہ عام ہے، اور خاص طور پر اس وقت اگر انھیں دائیں ہاتھ سے لکھنا سکھایا گیا ہو۔ کئی لوگوں میں یہ اُس وقت حیران کن طور پر ختم ہو جاتی ہے جب وہ کسی اور زبان میں بات کرتے ہیں یا پھر خود کلامی کرتے ہیں۔ ہکلاہٹ کا شکار ہونے والوں کی اکثریت نوعمری میں اس سے نجات پا لیتی ہے، اور خواتین اس سے جلد چھٹکارا پا لیتی ہیں۔

ہکلاہٹ کا کوئی قابلِ اعتبار علاج نہیں۔ انیسویں صدی میں جرمن سرجن جوہان ڈائفن باک کا خیال تھا کہ اس کا تعلق مسلز سے ہے اور وہ زبان کے مسلز میں سے کچھ کاٹ دیتے تھے۔ یہ موثر نہیں تھا لیکن دنیا بھر میں اس طریقے کو استعمال کیا جاتا رہا۔ ان میں سے کچھ مریضوں کا انتقال بھی ہوا۔ خوش قسمتی سے اس کو ترک کر دیا گیا اور آپ اس کے لیے اسپیچ تھراپی استعمال ہوتی ہے جس سے کئی لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔

ہم ایک سماجی نوع ہیں۔ اکٹھے مل کر کام کر سکتے ہیں۔ اپنی بات بتا سکتے ہیں، دوسرے کی بات سن سکتے ہیں اور اس طرح سے گروہ بنا سکتے ہیں۔

☆☆☆

درود و سلام کے مسنون صیغے

۲۲

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "زاد السعید" کے نام سے صلوٰۃ و سلام پر مشتمل چالیس صیغے جمع فرمائے۔

حضرت لکھتے ہیں: "جو صیغے صلوٰۃ و سلام کے احادیث میں آئے ہیں اُن میں سے چالیس صیغے پیش ہیں جن میں سے پچیس صلوٰۃ کے اور پندرہ سلام کے ہیں۔"

انہی مسنون صیغوں سے ہر ہفتے درود و سلام کا ایک صیغہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قارئین! انھیں یاد کیجیے، روزانہ پڑھنے کا اہتمام کیجیے اور اپنے دوستوں کو بھی یاد کروایئے۔ اس طرح درود و سلام کا اجر بھی ملے گا، تلاوت حدیث کا بھی اور چالیس احادیث یاد کرنے کروانے پر از روئے حدیث قیامت کے دن علماء کرام کے ساتھ اٹھائے جانے کی بشارت کے مستحق بھی آپ بن جائیں گے۔ کیوں ہے نا مزے کی بات؟! (مدیر)

صلوٰۃ کا بائیسواں صیغہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ملاحظہ:

سلام کے صیغے پندرہ تھے جو ابتدائی پندرہ اقساط میں مکمل ہو چکے ہیں۔

***

گھر کی جھلک

عبدالقادر

جھلک تو دیکھو ہمارے گھر کی، یہاں ہیں نانی، یہاں ہیں تائی
ہمارے ماں باپ اور چچا ہیں، یہاں ہیں بہنیں، یہاں ہیں بھائی
ہمارا گھر ہے حسین گلشن، خوشی کی کلیاں کھلی ہوئی ہیں
وفا کی خوشبو بسی ہوئی ہے، ہوئی نہ ہوگی یہاں لڑائی
ہمارے ابو کی دیکھو عظمت، ہر ایک کرتا ہے ان کی عزت
نظر میں ان کی ہیں سب برابر، انھی سے ملتی ہے رہنمائی
کما رہے ہیں حلال روزی، بنادیا ہے ہمیں نمازی
انھی سے گھر میں ہے خیر و برکت، کسی کی کرتے نہیں برائی
ہماری امی ہیں نیک سیرت، ہمیں ملی ہے ان سے راحت
سدا کچن میں ہے کام ان کا، پکا رہی ہیں چکن فرائی
لبوں پہ اُن کے سدا تبسم، زبان ان کی ہے خوب شیریں
نہیں ہے کاموں سے ان کو فرصت، کبھی صفائی، کبھی سلائی
ہمیں ہے ان سے دلی محبت، انھی کے قدموں تلے ہے جنت
بڑی محبت سے پرورش کی، ہے ان کی فطرت میں پارسائی
عجیب شے ہیں چچا ہمارے، نہیں کسی کی سمجھ میں آئے
لیے ہیں پیالے میں مرغ چھولے، اسی میں ڈالی ہے رس ملائی
مدد وہ چچی کی کر رہے ہیں، توے پہ چمچہ چلا رہے ہیں
سویرے اٹھ کر چچا ہمارے، گلی کی کرتے ہیں خود صفائی
وہ سیر کرنے گئے ہیں باہر، پہن کے بنیان اور لنگوٹی
بڑی سی پگڑی ہے سر کے اوپر، لٹک رہی ہے گلے سے ٹائی
بڑی ہیں سب سے ہماری نانی، سناتی ہیں وہ ہمیں کہانی
زباں پہ ذکرِ خدا ہے جاری، ٹھکانا ان کا ہے چارپائی
چمکارتی ہیں ہماری تائی، ہمیشہ پیتی ہیں وہ دوائی
بڑا سا تکیہ ہے سر کے نیچے، بدن کے اوپر ہے اک رضائی
بڑی بہن کا ہے نام رضیہ، وہ ناولوں کی بہت ہے رَسیا
کشیدہ کاری میں ہے مہارت، مزے سے کھاتی وہ مٹھائی
بہن ثریا نے لایا گڈا، بہن رقیہ نے لائی گڑیا
سہیلیوں کو بلا کے شادی، خوشی سے دالان میں رَچائی
ہے سب سے چھوٹا میاں منور، مگر ہے تعلیم سے محبت
دوات لے کر وہ لکھ رہا تھا، گرا دی کپڑوں پہ روشنائی
ذرا سا اپنا بھی حال کہہ دوں، میں ایک کالج میں پڑھ رہا ہوں
کتاب سے میری دوستی ہے، کبھی نہ چھوڑوں گا میں پڑھائی

احسان

انتخاب: شمس الدین معاویہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ تبریز شہر میں ایک عابد زاہد شخص رہتا تھا۔ جب لوگ نیند کے مزے لوٹ رہے ہوتے، یہ عابد شب بیداری کرتا اور عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتا۔ ایک رات وہ اپنی عبادت میں مشغول تھا کہ ایک چور اس کے پڑوس میں گھس گیا۔ اس عابد نے آہٹ کی آواز سنی تو شور مچا دیا جسے سن کر پڑوسی جاگ گئے اور اب وہاں چور کا رکنا محال ہوگیا اور وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر وہاں سے بھاگا۔

چور کے جانے کے بعد عابد کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے اپنے پڑوسی کے ساتھ تو نیکی کی، لیکن اس چور کے رزق کو اس سے دور کر دیا۔ یہ سوچ کر وہ عابد اپنی جگہ سے اٹھا اور چور کی منزل کا اندازہ کرتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگا اور کچھ ہی دیر کی مسافت کے بعد اس چور کو جا لیا۔

چور اسے دیکھ کر ڈر گیا اور بھاگنے کی کوشش کی۔

اس عابد نے چور سے کہا کہ بھائی! تُو مجھ سے کیوں ڈرتا ہے؟ میں تو ایک عرصے سے تجھ جیسے بہادر اور شہ زور کی تلاش میں تھا۔ تُو میرا ساتھی بن جا، ہم دونوں مل کر چوری کیا کریں گے اور جلد ہی دونوں امیر ہو جائیں گے۔ چور نے اس عابد کی بات سنی تو رک گیا۔

عابد نے کہا کہ اس وقت ایک ٹھکانا ایسا ہے جس کے متعلق مجھے علم ہے کہ اگر ہم وہاں گئے تو ہمیں ضرور کچھ نہ کچھ ملے گا۔

چور نے عابد کی بات سنی تو فوراً رضامند ہوگیا اور عابد اسے گھما پھرا کر اپنے گھر لے گیا اور چور سے کہا کہ تم باہر رکو، میں دیوار پھلانگ کر اندر جاتا ہوں اور جو مال ہاتھ لگا وہ میں باہر پھینکتا جاؤں گا۔

یہ کہہ کر وہ عابد اپنے گھر میں گھس گیا اور اس عابد کے گھر میں مال و زر نام کی کوئی شے موجود نہ تھی، اس نے اپنے کپڑے اتار کر اُس چور کی جانب پھینکے اور پھر چور چور کی آواز لگا دی۔ چور نے جب شور سنا تو وہ کپڑے اٹھائے اور بھاگ گیا اور اس عابد نے شکر ادا کیا کہ اس نے کسی نہ کسی طرح اِس چور کی مدد کر دی۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے نیک بندے ہر کسی کے ساتھ خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار احسان کرتے ہیں اور ان کی بھلائی کے لیے اُن سے جو ممکن ہو سکے وہ کرتے ہیں۔ تاریخ میں بے شمار ایسے لوگوں کے واقعات موجود ہیں جنھوں نے گناہ گاروں کے ساتھ احسان کیا اور پھر ان گناہ گاروں نے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر لی۔

ہمت کا پہاڑ ۹

امریکی ماسٹر سے مقابلہ:

میرے استاذ انعام اللہ خان مرحوم کی خاص بات یہ تھی کہ وہ بہت باہمت اور نڈر تھے۔ خوف اور لالچ دونوں کمزوریاں ان میں نہیں تھیں۔ انھوں نے دنیا کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ دنیا کے بہت سے ملکوں کا سفر کیا تھا۔ وہ ہر طرح کے انسانوں کے ساتھ رہے تھے۔ انھوں نے مختلف ملکوں کے انسانوں کا قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔ مارشل آرٹ کا استاد ہونے کے ناطے وہ لوگوں کے مزاج کو بھی بہت جلد بھانپ لیتے تھے۔ وہ انسانوں کی نفسیاتی کمزوریوں سے بھی آگاہ تھے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کیسی خوبیوں سے نوازا ہے۔ اس لیے وہ اچھے انسان کی قدر کیا کرتے تھے۔ وہ کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ ان میں شجاعت بھی بہت تھی۔ اسی شجاعت کی وجہ سے وہ بسا اوقات عجیب و غریب کام کر جایا کرتے تھے جو کہ عام آدمی کو بہت مشکل لگتا تھا۔ آیئے ایسا ہی قصہ ان کی زبانی سنیے:

راوی: سپہان انعام اللہ خان مرحوم   تحریر: رشید احمد منیب

مارشل آرٹ کے شوق نے مجھے دنیا دکھا دی۔ میں مختلف استادوں کے پاس جاتا رہا اور فن کو سیکھتا رہا۔ یہ فن ایک سمندر ہے۔ انسان تمام عمر بھی سیکھے تو کم ہے۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں سفر کرنے سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ اسکول اور کالج کی تعلیم انسان کو وہ چیزیں نہیں سکھا سکتی جو انسان سفر سے اور لوگوں سے ملنے سے سیکھتا ہے۔ اصل چیز شوق ہے۔ اگر شوق نہ ہو تو انسان کہیں بھی نہیں سیکھ سکتا۔ شوق ہو تو ہر وقت سیکھتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ میں امریکا میں تھا، جس شہر میں میرا قیام تھا وہاں ایک بہت بڑا کلب تھا۔ معلوم ہوا کہ کوئی بہت ماہر استاد وہاں موجود ہے اور وہ روزانہ تربیت دیتا ہے۔ میں اگلے ہی دن کلب پہنچ گیا۔ واقعی بہت بڑا کلب تھا۔ ابھی کلاس شروع ہونے میں کچھ وقت تھا، اس لیے مجھے جائزہ لینے کا موقع مل گیا۔ میں ہال میں سب سے آگے جا کھڑا ہوا۔ مارشل آرٹ کے سرٹیفکیٹ کی وجہ سے میں دنیا کے کسی بھی کلب میں سیکھنے جا سکتا تھا لہٰذا مجھے کوئی مشکل نہیں ہوئی۔ کچھ دیر میں بہت سے لڑکے اور لڑکیاں ہال میں داخل ہو گئے اور ہال بھر گیا۔ شاید ڈیڑھ، دو سو لڑکے اور لڑکیاں تھے۔ انھیں دیکھ کر خیال آیا کہ پاکستان میں تو مشکل سے چالیس، پچاس لڑکوں کی کلاس بنتی ہے۔ اچھا سکھانے والے کلب بھی بہت کم ہیں، یہاں جگہ جگہ کلب ہیں اور ان میں بھی رش لگا رہتا ہے۔

کچھ دیر بعد ایک جوان آدمی سکھانے کے لیے آ گیا۔ معلوم ہوا کہ یہی ماسٹر ہے، اسے دیکھ کر خیال آیا کہ اتنا بڑا کلب یہ جوان کیسے چلا رہا ہے؟

کیا اس کے پاس اتنا علم اور تجربہ ہے کہ یہ اتنا بڑا کلب چلائے اور اتنے لوگوں کو سکھائے؟

اُدھر اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اس نے زبان اور ہاتھ کے اشاروں دونوں کی مدد سے پوچھا کہ تم کون ہو اور لائن میں سب سے آگے کیسے کھڑے ہو؟ میں نے بتایا کہ پاکستانی ہوں، مارشل آرٹ سیکھتا ہوں اور سب سے آگے اس لیے کھڑا ہوں کہ سب سے پہلے آیا ہوں۔ پاکستان کا نام سن کر اس کا منہ بن گیا۔ اس نے کہا کہ انسان کو اپنی اوقات دیکھ کر کسی جگہ کھڑا ہونا چاہیے۔ تم سب سے پیچھے چلے جاؤ۔ اب چوں کہ وہ استاد تھا اور میں کلاس میں سیکھنے کی نیت سے آیا تھا اس لیے خاموشی سے اس کی بات مان لی۔ دل میں سوچا کہ چلو دیکھتے ہیں تم مجھے سکھانے کے قابل بھی ہو یا نہیں؟ اگر انسان کسی قابل ہو اور وہ کوئی بات کر جائے تو دوسرے انسان کو برداشت کرنا چاہیے سو میں قطار کے آخر میں چلا گیا۔ اب اس امریکی ماسٹر نے سکھانا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ اسے تو خود سیکھنے کی ضرورت ہے۔ پتا نہیں اتنے لوگ کیسے اس کے پاس سیکھنے آ گئے؟ ہوسکتا ہے کہ یہ اشتہار بازی کا نتیجہ ہو۔ الحمدللہ! یہ فقیر اشتہار بازی سے خود کو دور رکھتا ہے۔ آدمی جس کے لیے کام کر رہا ہے، اسے پتا ہے کہ یہ کیا کر رہا ہے، سب کو بتانے کی کیا ضرورت ہے؟

اگلے دن میں پھر سب سے پہلے کلاس میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک امریکن لڑکی کھڑی تھی، اس نے پہچان لیا تو کہنے لگی، تم پیچھے چلے جاؤ، ورنہ ماسٹر تمھیں پھر سے پیچھے ہی بھیج دے گا، وہ کافی غصے والا ہے۔

میں نے اسے جواب دیا کہ میں نے ایسے غصہ دکھانے والے بہت دیکھ رکھے ہیں، کل تو اس کا لحاظ کیا تھا لیکن آج کسی اور موڈ میں ہوں۔

یہ سن کر وہ لڑکی کچھ پریشان سی ہو گئی۔ وہ اچھے دل والی لڑکی لگ رہی تھی جو ایک غیر ملکی کے لیے فکر مند ہو گئی تھی۔ کہنے لگی کہ یہ ماسٹر کافی سخت طبیعت کا ہے اور تم اس کی بات بھی نہیں مان رہے، وہ تمھیں سکھانے کے بہانے کوئی سخت سزا دے سکتا ہے۔''

میں نے کہا: ''وہ مجھے کیا سکھائے گا؟ میں ہی آج اسے کچھ سکھا کر جاؤں گا۔''

لڑکی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

اتنی دیر میں وہ ماسٹر بھی پہنچ گیا۔ اس کی نظر مجھ پر پڑی تو کچھ حیران سا ہوا پھر کہنے لگا: ''تم تو وہی ہو جو کل بھی آگے کھڑے تھے، کیا تمھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ تمھاری جگہ نہیں ہے، تم سب سے پیچھے جاؤ، یہ سینئر کی جگہ ہے۔''

میں نے کہا کہ میں تمھاری بات اسی وقت مانوں گا جب تمھیں اپنا ماسٹر سمجھوں گا، ابھی تو ایسا لگتا ہے کہ تمھیں مجھ سے کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔

یہ سن کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے کافی غصے کی حالت میں مجھ سے کہا کہ مسٹر! یہ میرا کلب ہے اور یہاں میں ہی سکھاتا ہوں، تم یہاں سیکھنے آئے ہو تو جو میں کہہ رہا ہوں وہی کرنا ہوگا۔''

میں نے جواب دیا کہ بے شک یہ تمھاری جگہ ہے لیکن جب کوئی بڑا استاد موجود ہو تو وہی سکھاتا ہے، یہ مارشل آرٹ کا اصول ہے، لہٰذا تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو تو میں تم سے سیکھنے کے لیے تیار ہوں، پھر تم جہاں کہو گے میں کھڑا ہو کر سیکھوں گا، لیکن میں تم سے زیادہ جانتا ہوں تو تمھیں میری جگہ کھڑا ہونا پڑے گا اور میں تمھاری جگہ پر کھڑا ہوں گا۔''

یہ سن کر اس کا منہ اور بھی بگڑ گیا، وہ بولا: ''تم صاف بات کرو کہ تمھارا کیا مطلب ہے؟''

میں نے کہا کہ سیدھی سی بات ہے مقابلہ کر لو، میں جیتا تو تم میری جگہ آ جانا، تم جیتے تو میں قطار کے سب سے آخر میں چلا جاؤں گا۔''

اس نے کہا کہ نہیں بلکہ تمھیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت ہی نہیں ہوگی۔

یہ کہہ کر وہ رنگ میں اترنے کے لیے تیار ہونے لگا اور میں بھی قطار سے نکل کر سب کے سامنے آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ لڑکی افسوس سے سر ہلا رہی تھی جب کہ کلاس کے کچھ لوگ تو حیرت اور کچھ تمسخر کے انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے کہ یہ پاگل کون ہے؟

میں نے پروا نہیں کی اور مقابلے کا ذہن بنانے لگا۔ ماسٹر چند لمحات کے بعد میرے سامنے آ گیا۔ میں ایک دن پہلے یہ سب کچھ سوچ چکا تھا، اسی لیے اس ماسٹر کو اچھی طرح پڑھ لیا تھا، جبکہ وہ نہ تو مجھے جانتا تھا اور نہ ہی اس نے مجھے پڑھا تھا۔ یہ بھی اس کی ناتجربہ کاری تھی کہ وہ مجھے پڑھے بغیر مقابلے پر اتر آیا تھا۔ شاید وہ پاکستانیوں کو بدھو ہی سمجھتا تھا۔ خیر مقابلہ شروع ہوا۔

(جاری ہے)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

❁ آپ کی 'دستک' میں ایک بہت بڑی عظیم نعمت کا ذکر کیا گیا۔ خدا اس نعمت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ 'پہلی روٹی' میں راز پر سے اٹھتا ہوا پردہ بڑا اسبق دے گیا۔ شمارہ ۱۱۱۵ سال ۲۰۲۳ء کا آخری شمارہ تھا۔ اس شمارے میں ہمارے پیارے ضلع 'بہاول پور' کا تعارف بھی شائع تھا۔ ہمیں نجانے کیوں ایسا لگا جیسے اس شہر کا تعارف پہلے شائع ہو چکا ہے۔ سلسلہ 'بچوں کا اسلام اور میں' دیکھ کر خوشی ہوئی۔ یہ سلسلہ تو آپ نے ختم ہی کر دیا، جبکہ بہت پر اثر سلسلہ ہے۔ 'دستک' میں 'سال نو کے کچھ اہداف' والی بات تھی۔ یہ انوکھی 'دستک' تھی۔ ویسے ایک انوکھی بات تو یہ بھی ہے کہ ہمارے اس خط کا جواب بھی انوکھا ہے اگر آپ کو یقین نہ آئے تو بے شک آپ نیچے مذکور جواب پڑھ کر دیکھ لیں۔

(مولانا محمد اشرف۔ حاصل پور)

ج: وہ جواب کہاں سے لائیں، جو آپ کو لگے انوکھا! ویسے بہاولپور کا یاد نہیں کہ پہلے لگا ہو۔ سلسلہ ''بچوں کا اسلام اور میں'' بند تو نہیں کیا۔ تحریر آتی ہے تو لگاتے ہیں۔

❁ پروفیسر محمد اسلم بیگ صاحب اپنی کہانی میں تکبیرِ اولیٰ اور صفِ اول کی ترغیب اور سجدۂ شکر کے فضائل بیان کرتے نظر آئے۔ آج کل ہمارے فلسطینی بھائیوں پر بہت ظلم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی غیبی مدد فرمائیں، آمین!

(حافظ میر محمد بن عاصم حفیظ میر۔ لاہور)

ج: غیب سے یعنی فرشتوں ہی سے کیوں؟ ہم آپ کے ذریعے کیوں نہیں؟ ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ ہمارے گناہ معاف فرما کر ہم سے راضی ہو کر اپنے راستے کے لیے قبول فرمالیں۔

❁ بچوں کا اسلام بہت ہی عمدہ اور لاجواب رسالہ ہے۔ میں بچپن سے پڑھ رہی ہوں۔ مجھے جاسوسی کہانیاں اچھی لگتی ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم بیگ اور مدیر صاحب آپ دونوں بہت ہی اچھا لکھتے ہیں۔ کاش! میں بھی آپ لوگوں کی طرح لکھنے لگوں۔ ابوالحسن بھائی اور آصف قاسمی بھائی جیل میں کیوں ہیں؟ ہمیں بہت دکھ ہوتا ہے کہ وہ جیل میں ہیں۔ یہ میرا پہلا خط ہے پھر اس کو دیکھتے ہوئے آئندہ صحیح انداز میں لکھیں گے، ان شاء اللہ!

(ذکریٰ۔ کراچی)

ج: آپ کو بچوں کا اسلام کی بزم میں خوش آمدید۔ ہمارے یہ بھائی جیل میں کیوں ہیں؟ کیا بتایا جائے بس یہ کہ آزمائش میں ہیں، جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ سرخ رو نکلیں گے۔

❁ میری عمر ۱۳ سال ہے۔ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا 'بچوں کا اسلام' کو اپنے گھر میں آتے دیکھا۔ میں اور میرے گھر والے ہمیشہ سے خاموش قارئین کی فہرست میں شامل تھے، پھر میں نے اس خاموشی کو توڑا اور خط لکھنا شروع کیے۔ مدیر چچا آپ نے میرے دو خطوط شائع کر کے میری بڑی حوصلہ افزائی کی۔ اب تیسرے خط کا انتظار ہے۔ چچا جان! میں حیاۃ الصحابہ سے چند واقعات بھیج رہا ہوں۔ براہ مہربانی انھیں اور میرے خط کو رسالے میں جگہ دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سدا خوش رکھے۔ آمین۔

(نام نہ پتا)

ج: اور اس بار آپ خط کے ساتھ اپنا نام لکھنا بھول گئے۔ اگلی بار نہ بھولیے گا۔ خوش رہیں۔

❁ مدیر چاچو! میرا نام نفیسہ ہے۔ میری عمر ۹ سال ہے۔ بچوں کا اسلام کا پہلا شمارہ میں نے ۱۰۹۹ پڑھا۔ پڑھ کے بہت ہی اچھا لگا۔ خصوصی طور پر شازیہ نور کی کہانی 'خزانے کی چابی' بہت ہی پسند آئی۔ مدیر چاچو میرے لیے دعا کریں کہ میں بھی اچھی اچھی کہانیاں لکھ سکوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا اچھا رسالہ نکالنے پر جزائے خیر عطا فرمائیں۔ مدیر چاچو خط کا جواب ضرور دیں۔ مجھے آپ کے جواب بہت اچھے لگتے ہیں۔

(نفیسہ وقار۔ کراچی)

ج: ہماری بٹیا کو دوسرے بچوں کی طرح ہمارے جواب اچھے لگتے ہیں اور ہمیں اپنے بچوں کے سوال اچھے لگتے ہیں۔ خیر جواب میں دعا سے بہتر اور کیا ہو؟ سو دعا ہے کہ اللہ رب العزت بٹیا نفیسہ وقار کو بہت نفیس اور باوقار زندگی عطا فرمائے اور دونوں جہاں میں امی ابو کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے رکھے، آمین!

❁ میں بہت عرصے سے 'خواتین کا اسلام' اور 'بچوں کا اسلام' پڑھ رہی ہوں، کئی مرتبہ لکھنا چاہا مگر قلم نے ساتھ نہیں دیا۔ 'میر حجاز' نے تبصرہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے، ولادت کا زمانہ، نبوت کا زمانہ، غرض تمام واقعات ایسے ترتیب وار اور اچھے انداز میں بیان کیے گئے ہیں کہ مسلسل پڑھنے سے بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ دستک میں آپ نے بچوں کا اسلام کے ہزارویں شمارے 'الف نمبر' کے حوالے سے خوشی کی خبر کا ذکر کیا، ہمیں اب تک انتظار ہے۔

(لیلیٰ۔ کراچی)

ج: وہ خبر تو اگلے ہی ہفتے سنا دی تھی۔ دراصل ہمارے آپ کے محبوب سالنامے 'الف نمبر' پر ایک بچی نے مقالہ لکھ کر ایم فل کی ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ کسی بھی بچوں کے رسالے کے سالنامے پر پہلا مقالہ ہے۔ گویا الف نمبر کے ریکارڈز میں ایک اور ریکارڈ کا اضافہ ہو گیا۔

❁ 'بچوں کا اسلام' کا سب سے بہترین سلسلہ 'میر حجاز' اور 'ان کے کوچے میں' چلا۔ ماشاء اللہ محمد فضیل فاروق صاحب کے لکھنے کی کیا ہی بات ہے۔ ان کا تو میں دیوانہ بن گیا ہوں۔ باقی سب کہانیاں بھی بہت اچھی ہوتی ہے۔ چچا جی میں پہلی دفعہ آپ کو چٹھی لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ بڑی امید سے میری امیدوں پر پانی نہ پھیرنا۔ باقی اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے، آمین!

(سعید الرحمٰن سرم۔ راولپنڈی)

ج: آمین ثم آمین وایاک۔ لفظ 'چٹھی' بہت عرصے بعد پڑھا تو اچھا لگا۔ ہم نے آپ کی امیدوں پر پانی نہیں پھیرا، اس لیے اب آپ بھی آمنے سامنے میں باقاعدگی سے صورت دکھاتے رہیے گا۔

❁ میں تقریباً پچھلے پانچ سالوں سے 'بچوں کا اسلام' کا خاموش قاری ہوں۔ پچھلے کچھ دنوں سے کوئی تحریر لکھنے کا بہت دل کر رہا تھا تو کاغذ قلم اٹھایا اور سوچنے لگا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان لکھی جائے۔ ان کی شان تو کبھی مکمل ہو ہی نہیں سکتی لیکن پھر بھی جو بھی ان کے بارے میں ذہن میں آیا لکھ ڈالا۔ اب اگر میرا یہ مضمون قابل اشاعت ہے تو بتا دیں کہ میں انتظار کروں اور اگر قابلِ اشاعت نہیں ہے تو بھی بتا دیں کہ ایک دوسرا مضمون لکھ سکوں۔ میں اب باقاعدگی سے لکھنا چاہتا ہوں۔

(محمد احمد عباسی۔ لاہور)

ج: آپ پہلی تحریر کی اشاعت کا انتظار کیے بغیر دوسری بلکہ تیسری اور چوتھی تحریر کیوں نہیں لکھ دیتے......!؟ مستقل لکھتے رہنے سے جلد ہی اشاعت کا سلسلہ بن جاتا ہے۔

❁ شمارہ ۱۱۰۲ کی دستک 'محبت بھرے شکوے' کے اختتام پر مدیر چاچو بوڑھے دکھائی دینے لگے۔ ویسے ہر بار کی دعائیں بہت خوب ہوتی ہیں مگر اس ہفتے کی دعا بہت اہم اور خوب تھی۔ خود بھی یاد کی اور سب کو بھی یاد کروائی الحمدللہ! بنت مولوی شبیر احمد نے 'دو کام کر لو' کے عنوان سے بہت اہم ترین کام بتائے۔ 'تم وہ نہیں ہو' عمدہ ہے۔ محترم احمد سلطان نے ایک چھوٹے سے چوکھٹے 'سوچیے' کے ساتھ بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ 'ایک گائے ایک بکری' مزے کے ساتھ ساتھ سبق بھی دے گئی۔ 'چیلوں کی شاہانہ چال' منفرد انوکھا مضمون لگا۔ 'رٹا نہ لگایئے' مفید مضمون تھا۔ آمنے سامنے میں اپنا خط دیکھ کر ایسی خوشی ہوتی ہے جو بیان نہیں کی جا سکتی۔ بے اختیار آپ کو دعائیں دینے کو جی چاہتا ہے۔

(بنت البحر۔ ٹنڈو آدم)

ج: تو دل کی یہ چاہت پورا کر لیا کیجیے۔ اس میں کون سا بل آتا ہے!؟ سرسبز و شاداب رہیے، آمین!

❁ شمارہ نمبر ۱۱۱۱ میں دستک 'گیارہ گیارہ کی کھچڑی' میں موجود پاکستان کے مستقبل کے متعلق خیالی پلاؤ سے بھی دل خوش ہو گیا۔ کاش ایسا ہو اگرچہ ہم اس وقت تک نہ ہو تب بھی۔ 'ایک خوش نصیب سخی' صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب پر مشتمل تھی۔ 'بھولا' نے اچھا سبق دیا اور چاند میاں کی باتوں نے محظوظ بھی کیا۔ 'مسکراہٹ کے پھول' بھی اچھے کھلے تھے۔ 'وہ بچہ ہی کیا......' نے ہنسایا بھی اور بڑوں کی بات ماننا سکھایا بھی۔ 'وقت کے قدر دان' میں مفتی صاحب نے حضرت اشتیاق احمد رحمۃ اللہ کی زندگی کی اچھی باتیں ظاہر کی۔ آمنے سامنے میں پہلے نمبر پر اپنا خط پا کر مدیر محترم سے دل بہت خوش ہوا۔ (ع، ز۔ ام رمیصاء۔ پشاور)

ج: اور اس بار سیڑھی کے آخری قدمچے پر خط پا کر دل خفا تو نہیں ہو گیا؟

بچوں کا اسلام

عید کتاب میلہ 2024

نئی کتابوں پر آج تک کی سب سے بڑی آفر 40 تا 70 فیصد ڈسکاؤنٹ

بچوں اور ٹین ایجز کے لیے موٹیویشنل کہانیوں پر مشتمل کتابیں

نام کتاب	مصنف	قیمت	نام کتاب	مصنف	قیمت
ایک منظر، ایک کہانی	نذیر انبالوی	550/-	انور ماموں	عماد حسن	300/-
مشن پاسورڈ	اسد بخاری	500/-	ہیٹ والا لڑکا	محمد ندیم اختر	450/-
چیونٹی کا گاؤں	محمد سرفراز اجمل	700/-	شہزادی کا اغوا	محمد سرفراز اجمل	500/-
برگر چوہے	کشف بلوچ	600/-	چھٹی کا ایک دن	شازیہ فرحین	600/-
بی بابچہ	قانتہ رابعہ	500/-	بھٹکا ہوا سورج	شاہد انور شیرازی	450/-
خواب نگر	تنزیلہ احمد	550/-	ایک پرندے کا سفرنامہ	نشاط یاسمین خان	450/-
بھوتوں کا اسکول	رمشا جاوید	450/-	مٹھو اور بنٹی	فہیم زیدی	450/-
پروفیسر ہشتم پشتم	راکعہ رضا	450/-	واپسی کا سفر	عظمیٰ تسنیم	500/-
چوری کا کیک	مائرہ ملک	500/-	کیچوا جن	راحت عائشہ	550/-
ککڑوں کوں	قانتہ رابعہ	550/-	حلوہ پوری اور آلو چھولے	غزالہ عزیز	550/-
باکسر بھیا	امجد جاوید	500/-	کہانی گھر	خواجہ مظہر صدیقی	450/-
انوکھا سفر	محمد اکمل معروف	450/-	نور پری	ماہ نور نعیم	450/-
آس کے جگنو	نگینہ بشیر احمد	450/-	گوریلا	محمد عرفان رامے	450/-
ہوا کچھ یوں!	شہزادی ہدیٰ انجم	600/-	لبیک	نوشاد عادل	450/-
تتلی کی سیر	عاطف حسین شاہ	550/-	ہیرے والا نیل کنٹھ	احمد عدنان طارق	550/-
سمندر کا بھوت	دیا خان بلوچ	550/-	پروفیسر بونگسٹائن	مہوش اسد شیخ	550/-
قرنطینہ بکرا	سارہ عمر	550/-	پراسرار نگری	حمیرا بنت فرید	550/-
جنتی کنواں	مصعب شاہین	550/-	آسیبی پرستار	قرۃ العین خرم ہاشمی	550/-
آزادی کی کہانیاں	نذیر انبالوی	550/-	پاکستان کہانیاں	نذیر انبالوی	550/-
خرگوش کا پراسرار مہمان	جاوید بسام	450/-	لکڑی کے سپاہی	جاوید بسام	450/-
پراسرار دھکا	بلال یوسف	550/-	رفیق لنگڑا	کاوش صدیقی	950/-
رول ماڈل	قراۃ العین خرم	550/-	UK ٹو PK	ساجدہ غلام محمد	700/-
چھوٹی پھوپھو	فرحی نعیم	250/-	جنگل میں دنگل	سلمان یوسف	550/-
مونگ پھلی کے چھلکے	محمد عرفات ظہور	550/-	ڈینو ڈریگن	تنزیلہ یوسف	550/-
میاں وہمی	محمد توصیف ملک	600/-	پرانا کیلنڈر	رابعہ فاطمہ	400/-
نخ نخ اور گلہریاں	سیدہ بیگم ناجیہ شعیب	700/-	ایک کہانی اور سہی	بنت محمد صدیق	600/-
اگڑم بگڑم اور جن دادا	انعم توصیف	600/-	21ویں صدی کی 21 کہانیاں	ثنا ور اقبال	400/-
راپنزل کے بال	میمونہ ارم مونشاہ	550/-	طلسمی پنجرہ	صاعقہ علی نوری	500/-
رحمت کی بارش	امجد جاوید	450/-	سیرت کہانی	عبدالعزیز	700/-

بچوں اور بڑوں کے لیے اسلامی، تاریخی اور ادبی کتابیں

نام کتاب	مصنف	قیمت	نام کتاب	مصنف	قیمت
پیارے نبیؐ کا پیارا بچپن	پروفیسر مشتاق	700/-	سیرت محمدؐ بن عبداللہ	محمد فہیم عالم	900/-
پیارے نبیؐ کے سنہرے سفر	پروفیسر مشتاق	450/-	ننھے صحابہ	محمد فہیم عالم	450/-
اچھے قصے	محمد فہیم عالم	300/-	مدین کا چرواہا	ابو محمد حقی	600/-
آسان اسماء حسنیٰ	عائشہ مجیب	450/-	ارطغرل غازی	محمد عرفان رامے	2900/-
آسان قرآن کہانیاں	محمد فیصل علی	550/-	آسان فقہ کہانیاں	محمد فیصل علی	700/-
آسان سیرت کہانیاں	محمد فیصل علی	700/-	آستین کے سانپ	محمد اسماعیل ریحان	350/-
پیارے نبیؐ کا عہد شباب	پروفیسر مشتاق	900/-	صحابہ کی باتیں	اشتیاق احمد	1050/-
رسول اللہؐ کی باتیں	اشتیاق احمد	500/-	سیرت رحمت عالم	دانیال حسن	400/-
ابوبکر صدیقؓ کی باتیں	اشتیاق احمد	500/-	عمر فاروقؓ کی باتیں	اشتیاق احمد	500/-
عثمان غنیؓ کی باتیں	اشتیاق احمد	500/-	علی المرتضیٰؓ کی باتیں	اشتیاق احمد	500/-
ملاں پور کا سائیں	ظفر جی	700/-	مرزا غلام قادیانی	اشتیاق احمد	550/-
موج ظفر (مضامین کا مجموعہ)	ظفر جی	900/-	قصہ حاتم طائی (ناول)	ظفر جی	1250/-
انگور کے دانے	کاوش صدیقی	800/-	مسجد دادی جان	کاوش صدیقی	800/-
آؤ شاعری سیکھیں	اسامہ سرسری	1000/-	آؤ تحریر سیکھیں	اسامہ سرسری	600/-
دادا جان کی چھڑی	قرۃ العین ہاشمی	500/-	آیئے لکھنا سیکھیں	نذیر انبالوی	700/-
وارث شاہ (ناول)	ظفر جی	900/-	عشق نور الٰہی (ناول)	ماہ نور نعیم	800/-
عشق احمد مصطفیٰ (ناول)	ماہ نور نعیم	700/-	نبیؐ کا سفر ہجرت	پروفیسر مشتاق	700/-
محبت ہوگئی (ناول)	اشتیاق احمد	700/-	چچا رازی	عمارہ فہیم	500/-

بچوں کے لیے جاسوسی، مہماتی، پراسرار اور موٹیویشنل ناول

نام کتاب	مصنف	قیمت	نام کتاب	مصنف	قیمت
نیکی نگر، بدی پورہ	نذیر انبالوی	450/-	جادوئی پتا	عاطف حسین شاہ	500/-
مقتول کی تلاش	احمد نعمان شیخ	400/-	تابوت کے قیدی	محمد ندیم اختر	450/-
ضرار	عبدالرحمٰن ظفر	500/-	موت کی چال	احمد نعمان شیخ	400/-
سرمد (6 حصے)	کاوش صدیقی	4700/-	ہم اور وہ	تنزیلہ یوسف + تنزیلہ احمد	500/-
انوجیب کترا	کاوش صدیقی	900/-	گھڑی کا جن	عاطر شاہین	400/-
تمہاری امی!	کاوش صدیقی	700/-	عدالت	نذیر انبالوی	450/-
جن زادہ سیریز (مکمل 5 حصے)	عرفان رامے	650/-	موت کا سفر	عرفان رامے	650/-
اللہ جی!	کاوش صدیقی	900/-	چھوٹا جاسوس	ابنِ نیاز	400/-
سرکل	شہزادی ہدیٰ انجم	600/-	قتل کہانی	احمد نعمان شیخ	700/-
فیک آئی ڈی	احمد نعمان شیخ	700/-	لینے کے دینے	احمد نعمان شیخ	500/-
زہریلی برف کے قیدی	عالیہ اقبال	500/-	اجنبی سیارہ	مصباح ناز	300/-
جگنو	کاوش صدیقی	700/-	حارث	کاوش صدیقی	900/-
سرکار جی	کاوش صدیقی	900/-	فارم ہاؤس	نورین عامر	550/-
جی مشن	امجد جاوید	700/-	جی بوائے	امجد جاوید	700/-

(1) -/3000 روپے کی خریداری پر 40 فیصد ڈسکاؤنٹ یعنی تین ہزار روپے کی کتابیں صرف -/1800 + 300 روپے ڈیلوری چارجز۔ (2) -/5000 روپے کی خریداری پر 50 فی صد ڈسکاؤنٹ یعنی پانچ ہزار روپے کی کتابیں صرف -/2500 روپے + -/400 روپے ڈیلوری چارجز۔ (3) -/10000 روپے کی خریداری پر 60 فیصد ڈسکاؤنٹ یعنی دس ہزار روپے کی کتابیں صرف -/4000 روپے + -/800 روپے ڈیلوری چارجز۔ (4) -/20000 روپے یا اس سے زائد کی خریداری پر 70 فیصد ڈسکاؤنٹ یعنی بیس ہزار روپے کی کتابیں صرف 6000 روپے + 1500 روپے ڈاک خرچ۔

ہماری ویب سائٹ پر آرڈر کرنے کے لیے www.Kitaabnagar.com

رابطہ بذریعہ واٹس ایپ یا میسج 0349-4892240